قال اللہ تعالیٰ

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

چون نص فرقان، باجزائہ دال است علی اللف والنشر بر مدار فلاح
بودن اقسام سہ گانہ اصلاح باصرح بیان یعنی جزو اول بر اصلاح جنان، و ثانی
بر اصلاح لسان، و ثالث بر اصلاح ارکان، و ہمین است کمال ایمان،

در رسالہ

# مرام الخواص

ترجمہ

# النظام الخاص

کہ اصلش از امام اہل عرفان، سید احمد کبیر رفاعی ست علیہ الرحمۃ والرضوان،
و ترجمہ اش از راسخ العلم والایقان، مولوی ظفر احمد است سلمہ الرحمن،
ہادی بود بسوی تمیم اقسام مذکورہ باوضح برہان، پس افادۃ للاخوان

باہتمام احقر ظہور الحسن کسولوی مالک کتبخانہ امداد الغربا سہارنپور [illegible]
در خواجہ برقی پریس دہلی طبع نمودہ شد

# فہرست

## مرام الخواص

ترجمہ

## النظام الخاص

# دیباچہ

## مرام الخواص (ترجمہ) النظام الخاص

من

المترجم عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین و اشہد ان سیدنا و مولانا محمد عبدہ و رسولہ سید الاولین و الاٰخرین۔ اللّٰھم فصل وسلم وبارک علیہ وعلی سائر الانبیاء والمرسلین۔ وعلیٰ اٰلھما و اولیاءھم و صحبھم واتباعھما جمعین صلاۃ وسلاما دائمین متلازمین بدالآبدین آمین۔ سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم +

**امابعد**۔ پورا ایک سال ہوا کہ یہ بندۂ گنہگار رسالۂ **البرہان المؤید** مجموعہ مواعظ ونصائحِ غوثِ معظم قطب العالم قدوۃ الاولیاء الکرام صفوۃ المشائخ الاعلام حضرت شیخ الوقت سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہ کے ترجمہ سے فارغ ہوا تھا جو عنقریب **البنیان المشید** کے نام سے ان شاء اللہ شائع ہونے والا ہے۔ اس مبارک کتاب کا ترجمہ بندہ نے حضرت مخدومی مکرمی محترم المقام خیرخواہ مسلمانان و ہمدرد اسلام حامی سنتِ رسولِ ربّ انام مولانا محمد ابراہیم صاحب رانديری دام مجدہ وعلاہ کی تحریک و تحریص سے کیا تھا۔ الحمد للہ کہ مولانا موصوف کی آرزو اس ناچیز کے ہاتھوں پوری ہوئی اور اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد الملت راس العلماء والسالکین اشرف الاولیاء الکاملین براس الفقہاء والمحدثین سراج الحکماء والمفسرین مولانا الحافظ الحاج مولانا محمد اشرف علی صاحب لازالت شموس فیوضہ بازغۃ وآیات حکمتہ بالغۃ نے اس ترجمہ کو ملاحظہ فرما کر جس درجہ

مسرت وابتہاج کا اظہار فرمایا اُس سے اُمید ہو گئی کہ انشاء اللہ یہ محنت ٹھکانے لگی اللّٰھم ما اصبح بی من نعمۃ او باحد من خلقک فمنک وحدک لاشریک لک فلک الحمد ولک الشکر دائماً ابداً۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب ممدوح الصدر کا ارشاد تھا کہ البرہان المؤید کا ترجمہ کر کے النظام الخاص کا ترجمہ بھی کر دے تو بہت اچھا ہے جو حضرت سیدنا الشیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہ کا دوسرا مبارک رسالہ ہے اور البرہان المؤید کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے مگر بندہ نے اپنی کم مائگی اور بے بضاعتی پر نظر کر کے اس خدمت سے معافی کی درخواست کی تھی اور عرض کر دیا تھا کہ ایک ہی رسالہ کا ترجمہ ہو جائے تو غنیمت ہے کہ میری ہمت وطاقت سے یہ بھی بہت زیادہ ہے مگر بقول مولانا رومی قدس سرہ کے ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
مے دہد یزداں مراد متقین

اللہ تعالیٰ شانہ کو مولانا موصوف کی یہ آرزو بھی پوری کرنا منظور تھی کہ ماہ صفر ١٣٥٢ھ کے آخر میں بندہ کے دل پر رسالہ النظام الخاص کے ترجمہ کا تقاضا خود ہی شروع ہوا۔ اور ایسا شدید تقاضا ہوا کہ میں بے چین ہو گیا۔ جب اس تقاضے کا تحمل نہ ہو سکا تو باوجود اپنی بے سروسامانی وحیرانی وپریشانی کے اللہ کا نام لیکر اُسکی توفیق ومدد پر بھروسہ کر کے یکم ربیع الاول ١٣٥٢ھ کو قلم ہاتھ میں لیا اور ترجمہ شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کچھ ایسی شامل حال ہوئی کہ بیس دن کے اندر اندر یہ ترجمہ تمام ہو گیا اللّٰھم فلک الحمد شکراً ولک المنّ فضلاً بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر۔ اس ترجمہ کے متعلق چند امور کا عرض کر دینا ضروری ہے تاکہ ناظرین کو مطالعہ میں زیادہ بصیرت ہو۔

الف۔ یہ رسالہ حضرت سیدنا الشیخ سید احمد کبیر قدس اللہ سرہ نے اپنے خاص لوگوں کیلئے بطور دستور العمل کے تصنیف فرمایا ہے اسی سے اسکی اہمیت ورفعت شان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں تصوف کی حقیقت۔ اخلاق حمیدہ کی تاکید۔ درویش کامل کی پہچان۔ حکمت وفلسفہ میں امتیاز۔ حقیقی اور نقلی رفعت میں فرق۔ جھوٹی اور سچی ہمت کا پتہ بتلاتے ہوئے اصلاح معاشرت واصلاح ذات البین واصلاح منزل واصلاح نفس وسیاست اسلامیہ واسباب ترقی وتنزل وعظمت

شانِ محمدی اور تمام عالم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات اور محاسنِ اسلام کچھ ایسے پیارے انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ بہت کم کسی کتاب میں دیکھے گئے ہیں۔

(ب) ۔ اس رسالہ کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ وعظ واملا کے طریقہ پر نہیں لکھا گیا۔ بلکہ تصنیف کے طور سے تحریر فرمایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسمیں کسی مقام پر کوئی خدشہ مجھے پیش نہیں آیا جیسا البرہان المؤید میں بعض مقامات پر سہو ضابط کا گمان ہوا تھا۔ اور حاشیہ میں ان مقامات پر تنقید کی ضرورت لاحق ہوئی تھی۔ ہاں اس رسالہ میں ایک مقام کی عبارت مجھ سے حل نہیں ہوئی اُس کو مجبوراً بدون ترجمہ کے اصلی الفاظ میں لکھدیا گیا تاکہ ناظرین میں سے کوئی صاحب حل کر سکیں تو خود ترجمہ کرلیں اور دشواری نہو تو مجھے بھی مطلع فرمادیں۔

(ج) ۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم کا تصوف کیسا عمدہ اور کیسا سادہ اور آسان تھا جس پر عمل کرنا اور جینا ہر شخص کو سہل ہے۔ مجھے اس رسالہ کا ترجمہ کرنیکے بعد محسوس ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ نہوتا تو بعد میں بہت افسوس ہوتا کیونکہ یہ رسالہ شروع سے اخیر تک حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولٰنا تھانوی دامت برکاتہم کے طرز سلوک اور طریقۂ تعلیم کا پورا آئینہ اور سیاسیات حاضرہ کی بابت مولٰنا مدظلہم کی رائے کا پوری طرح مؤید ہے۔ جیسا مطالعہ سے واضح ہوگا پس حضرت مولانا کیلئے یہ بات بس ہے کہ سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ جیسا غوث وقت قطب عالم اُن کے طریقہ وطرز ومذاق کی پوری تائید کر رہا ہے۔ اس چودھویں صدی کے بعض علماء یا عوام اُنکے خلاف ہرزہ سرائی کریں تو کرتے رہیں کہ حق کو مخالفتِ باطل کی اصلا پروا نہیں ؎

| | |
|---|---|
| گر با ہمہ چو بے معنی بے ہمہ | گر بے ہمہ چو با معنی با ہمہ ؎ |
| کل الوریٰ فی امور الدھر مشتغلٌ | وانت عن کلھا فی احسن الشغلِ |

(د) اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرات سلف صالحین کو اتباع سنت۔ استقامت علی الحق۔ اصلاح قلب۔ اصلاح اخلاق اور درستیٔ معاشرت۔ اور کسب معاش وتحصیل صنعت وحرفت واتحاد واتفاق وعلوئے ہمت صبر واستقلال واعمال صالحہ کا

کس قدر اہتمام تھا۔ مراقبہ موت اور مابعد الموت کثرت ذکر اللہ۔ دنیا سے بے رغبتی اور اپنی حالت سے خبردار ہونے۔ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کی کیسی فکر تھی یہی وہ تعلیم ہے جو حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کا خاص حصہ ہے جس کو جاننے والے جانتے۔ اور مولانا کی تصانیف و مواعظ کا بغور مطالعہ کرنے والے خوب پہچانتے ہیں

(۵) اس کتاب کے ترجمہ میں اس بات کا خاص لحاظ کیا گیا ہے کہ درمیان میں کوئی زائد بات اپنی طرف سے نہیں بڑھائی گئی۔ جو کچھ اپنی طرف سے نتیجہ وغیرہ نکالنا تھا یا کسی مقام کی تفصیل کرنا تھی وہ سب حاشیہ میں درج ہے۔ البتہ درمیان میں بین القوسین مختصر الفاظ کسی مضمون کو واضح کرنے یا سابق ولاحق میں ربط ظاہر کرنے کیلئے بڑھائے گئے ہیں

(۶) اس ترجمہ کا نام مرام الخواص ترجمۃ النظام الخاص تجویز کیا گیا ہے۔ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم نے اس نام کو پسند فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اس سے زیادہ سہل اور لطیف نام ہو نہیں سکتا۔ خدا کرے کہ برادران اسلام عموماً اور بالخصوص اخوانِ سلسلہ امدادیہ اس کی قدر کریں اور اس سے منتفع ہوں۔ آمین۔

(۷) الحمد للہ اس کتاب کے ترجمہ کے زمانہ میں احقر کو خواب میں بڑی بشارت دی گئی ہے۔ ناظرین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو قبول فرماکر اس بندۂ ناچیز کو حضرت سیدنا الشیخ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں داخل اور قیامت میں آپکے ساتھیوں میں شامل فرمالیں۔ اور اسلام پر خاتمہ کے ساتھ مدینہ منورہ زادہا اللہ کرامۃ و نوراً کی مبارک اور پاک زمین میں دفن ہونا نصیب فرمائیں آمین

والسلام

کمترین

ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ۔ بمقام مدرسہ محمدیہ اندیریہ رنگون

۱۸۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

# ترجمہ

## النظام الخاص

## لاہل الاختصاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ تمجید الذات المستحقۃ للحمد + والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ ورسولہ الکریم محمد صاحب لواء الحمد + وعلیٰ آلہ واصحابہ الثابتین علی العہد والموفین بالوعد - اما بعد

بزرگو! حادثات (ومخلوقات) کا ذرہ ذرہ خالق (جل وعلا) کی سلطنت کا محکوم ہے، اور اُن ہی میں سے مخلوق انسانی بھی ہے، تو انسان بھی سلطنتِ ربانی کا محکوم ہے، اُسکی قدرت کا ماتحت، اور اُسی کے قبضہ میں (لیا ہوا) ہے۔

ہر شخص باری سبحانہ وتعالیٰ کا مملوک، اور اُس کا غلام ہے (ہاں) دوسروں کی نسبت سے آزاد ہے، اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اُس کی غلامی کے درجہ میں سب لوگ برابر ہیں، پھر جس بندہ کا علاقہ اپنے آقا جل وعلا کے ساتھ اچھا ہو، وہ غلامی کے درجہ میں رہتے ہوئے اپنے دوسرے بھائیوں سے بلند و برتر ہو جائیگا، اسکے بعد جب (آقا اُس کو اپنا مقرب بنالے اور) بارگاہ الٰہی سے اس کو کچھ لگاؤ ہو جائے تو (محض) اس تعلق کی وجہ سے "نہ اپنی ذات کی وجہ سے" دوسروں پر اس کو ریاست (وبرتری) حاصل ہو جاتی ہے، اور اس کی شان ریاست کی وسعت اُسی تعلق کی نسبت سے ہوگی جو بارگاہ قدس جل وعلا سے اس کو حاصل ہے، (چنانچہ) حضرات انبیاء علیہم السلام میں مرسلین کا درجہ زیادہ بلند، اُن کی ریاست

(و حکومت) زیادہ وسیع ہی۔ اور رسولوں میں حضرات اولوا العزم کا رتبہ بڑھا ہوا، اُن کی حکومت
بہت عام ہی اور حضرات اولوالعزم میں رسولانِ اولوالعزم کے سردار ہمارے نبی کریم مہربان
رحیم حضور (سیدنا محمد رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کا مرتبہ سب سے بڑا، آپکی دعوت
سب سے زیادہ عام، آپ کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع، آپکی حکومت سب سے زیادہ کامل،
آپکی حجت سب سے زیادہ بلیغ (اور مؤثر) آپکی (باطنی) سلطنت سب سے زیادہ مستحکم ہے کیونکہ آپکو
بارگاہِ قدسی سے بہت بڑا تعلق اُس تعلق سے زیادہ حاصل ہی جو آپکے دوسرے بھائیوں کو
انبیاء و مرسلین ہیں سے حاصل ہوا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین" اور اسی پر قیاس کر
(کے یہ سمجھ) لو (کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جس کا درجہ ہوگا وہ اپنے بعد والوں پر دعوت
و حکومت و حجت میں بڑھا ہوا ہوگا) غرض مخلوقاتِ انسانی میں (اصلی طور پر) اللہ ہی کا حکم نافذ
اور قائم و مستحکم ہے (وہاں) اللہ تعالیٰ کے نائب بنکر انبیاء و مرسلین بھی صاحبِ حکم (اور واجب
الاطاعت) ہیں۔ اور اُن کی طرف سے اللہ والے علما، دین کے حکماء، جو وارثانِ انبیاء ہیں
(صاحبِ حکم ہوتے ہیں) اور اسکی باگ اُس شخص کے ہاتھ میں ہوتی ہی جو ہر زمانہ میں (بارگاہ)
نبوت کا نائب (بنکر قطب الارشاد و غوث کے درجہ پر فائز) ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے
حملہ کرتا، (میدانوں میں) گھومتا، کام کرتا، اور گفتگو کرتا ہے۔ بڑے بڑے لوگ اُسکے سامنے
جھک جاتے ہیں اور سچی کامل نیابت کا درجہ حاصل ہونیکی وجہ سے اُسکی ریاست عام ہو
جاتی ہے (کہ تمام علماء و صلحاء اُسی سے فیض لیکر کام کرتے اور خدمتِ دین بجالاتے ہیں)
اس کے بعد وہ لوگ ہیں جو (اپنی استعداد کیموافق) بصیرت والے ہیں، نبوت کی حالت، مخلوق
کی حقیقت، خالق کے حقوق سے (کسی درجہ میں) واقف ہیں، ان میں سے ہر شخص کو اپنے
درجہ کیموافق دوسرے بھائیوں پر جو اس سے کم درجہ کے ہیں (باطنی) ریاست حاصل
ہوئی ہی کہ ان کو (احکام الٰہی) سکھلائے (عادات و اخلاق رذیلہ سے) پاک کرے تعلیم
کے وقت نرمی کرے آداب (و اخلاق) سے مزین کرنیکے وقت ان پر سختی کرے" درگاہِ

---

عہ اولوالعزم وہ رسول ہیں جو ہمت و استقلال میں دوسرے رسولوں سے ممتاز ہیں ۱۲، فائدہ یہ عجیب فیصلہ ہی جس میں نرمی اور سختی دونوں کا موقع تبلادیا گیا کہ شیخ کو تعلیم میں نرم اور تہذیب اخلاق و اصلاح عادات میں سخت ہونا چاہیے کیونکہ تجربہ شاہد ہو کہ نرمی سے اخلاق رذیلہ درست نہیں ہوتے ۱۲ حضرت حکیم الامت مدظلہ (باقی دیکھو صفحہ ۱۲)

(فضیلت شانِ محمدی)

دین کی باگ ہر زمانہ میں نائب نبوت کے ہاتھ میں ہے

تعلیم میں نرمی اور تادیب میں سختی ہونا چاہئے

علم' اور بارگاہِ فہم کی طرف ان کو ہانک کر لیجائے' تاکہ جہل کے گڑھے' اور تنزل کی پستی سے باہر نکال لائے' یخرجھم من الظلمت الی النور یعنی طبیعت کی کمینگی اور پست ہمتی' کوتاہی نظر' اور گھٹیا مقاصد کی تاریکیوں سے' شرافتِ طبع' بلندی ہمت' صحتِ نظر اور قیمتی مقاصد کی روشنی میں نکال لائے" جس سے اُن کی کجی راستی سے' ٹیڑھا پن درستی سے بدل جائے' بزدلی کی بدرونقی زائل ہوجائے اور ذلت کا غلبہ مٹ جائے" ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین بیشک عزت اللہ کیلئے ہے اور رسول کیلئے اور مومنین کیلئے (تو جو لوگ اللہ ورسول اور سچے مسلمانوں کے راستہ پر چلیں گے وہ ضرور ذلت سے عزت کی طرف پہنچ جائیں گے)

اے حجاب والے! (اے وہ جس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے!) یہ مت سمجھ کہ تجھ جیسا دوسرا آدمی تیرے دراہم' تیرے (اچھے) وقت' تیرے اقبال' تیری شان' یا اُس حکومت کی وجہ سے جو تجھے حاصل ہے' تیرا غلام (بن گیا) ہے' وہ اس (غلامی) سے بلند ہے' اور تو اس (مالکیت) سے نیچے ہے۔

جو شخص ترکیب جسمانی میں تیرا مساوی' یا صورت و شکل میں تیرا مماثل ہے وہ ہمجنس ہونے (کی وجہ) سے تیرا بھائی' اور آدمیت میں تیرا شریک ہے' نہ وہ تیرا غلام ہے نہ تو اُس کا مالک' جو چیزیں ترکیب (جسمانی) میں تجھ سے الگ ہیں وہ اپنی جنس کیساتھ ملی ہوئی ہیں' خواہ حقیر ہوں یا معظم' اور تو اپنی جنس کیساتھ ملا ہوا ہے' پس اپنی حد کو پہچان اور (اپنے ہم جنسوں سے الگ ہوکر) تنہا نہ رہ! (بلکہ سب کو اپنا بھائی سمجھ کر ملا جلا رہ! کیونکہ) تیری احتیاج تجھ پر اپنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱) مولانا تھانوی دام مجدہم کا طرز اسی کے موافق ہے" تعلیم میں تو ایسے نرم ہیں کہ ہر شخص کو اسکی ہمت کے موافق کام بتلاتے ہیں۔ عامی۔ عالم۔ فارغ۔ مشغول ہر ایک کیلئے جدا طرز تعلیم ہے' سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکا جاتا۔ اسی لئے حضرت کے متعلقین میں تاجر تجارت کیساتھ ملازم پیشہ ملازمت کیساتھ' کاشتکار زراعت کیساتھ قطع سلوک میں مشغول ہیں اور بحمد اللہ کامیاب بھی ہیں' مگر تادیب و تہذیب اخلاق میں نرم نہیں بلکہ سختی سے کام لیتے ہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ فروگذاشت پر روک ٹوک فرماتے ہیں' کیونکہ اس سے حقوق العباد ضائع ہوتے اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور مولانا دام مجدہم حقوق العباد کی نگہداشت پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں تاکہ کسی سے کسی کو کلفت نہ پہنچے فللہ درہ من حکیم وافق الحکماء فی طرز حالہ - وان لم یشبہ احد فی زمانہ علی منوالہ جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء ولفظ الکتاب یرفق بھم لتعلیمھم لیغلظ علیھم لتادیبھم ۱۲ ظ عفی عنہ یہ آیت نہیں اقتباس ہے اس آیت کے وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ۱۲

ہمجنسوں سے ملا رہنا لازم کرتی' اُن سے مانوس ہونیکا حکم دیتی' اور تیری طبیعت پر ہر قسم کی چیزوں کے ساتھ ادب سے پیش آنے کا فیصلہ کرتی ہے' خواہ جاندار ہوں' یا بیجان' ظاہر ہوں' یا مخفی' علوی ہوں' یا سفلی' (آسمانی مخلوقات ہوں یا زمین کی کیونکہ تو سب کا محتاج ہے کسی سے مستغنی نہیں) پس اپنی رائے (اور فکر) کو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر جمادے (جبکہ اس کی کوشش کر) تاکہ آدمیت کے درجہ میں رہ کر ہی اپنے ہمجنسوں میں بلند اور اپنی ذات سے پاک ہوجائے''

نفس کم سمجھ کوتاہ نظر سُست ہمت نہ بن! اپنے ربّ کے حکم کو دیکھ! اپنی روح سے (اس میدان میں) چل! اپنی ہمت کو اللہ سبحانہ کے ملک میں چلا! اُس کی مصنوعات سے عبرت حاصل کر! فاعتبروا یا اولی الابصار اے آنکھ والو عبرت پکڑو! (اگر آج کوئی قوم تمہاری غلام ہے تو سوچ! کبھی وہ بھی صاحب حکومت و شوکت تھی' اُس کی غلامی سے تمہارے اندر غرور نہ پیدا ہو' بلکہ ڈرو کبھی تم اُس کی طرح غلامی میں مبتلا نہ ہوجاؤ)

اللہ نفس کے حکم نے بعض قوموں کو غلام بنا دیا ہے' اگر اللہ کا حکم اُن کو غلام نہ بناتا تو وہ (اصل سے آزاد ہی تھے' اُنھوں نے اللہ جل شانہ کے حکم کی مخالفت کی تو غلامی کے گڑھے

---

ع یہی اسلامی تعلیم مسئلہ غلامی کے متعلق کہ غلاموں کو غلام نہ سمجھو' اپنا بھائی' اپنا مساوی' اپنا مماثل سمجھو' اُنکی غلامی سے تکبر و غرور میں نہ مبتلا ہو' بلکہ عبرت حاصل کر کے اللہ سے ڈرو' اور غلاموں کے ساتھ شفقت و مساوات کا برتاؤ کرو۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے غلام آزادوں سے زیادہ راحت میں تھے' وہ اپنے آقاؤں کے شریک زندگی' قوتِ بازو تھے اور آقا اولاد سے زیادہ اُن کو عزیز رکھتے تھے۔ آجکل اہلِ مغرب غلامی کے مسئلہ پر بہت زیادہ زبان طعن دراز کرتے ہیں جس کی وجہ یہی ہے کہ اُنہوں نے مسلمانوں کے غلاموں کو یورپ کے زمانۂ وحشت و جہالت کے غلاموں پر قیاس کر رکھا ہے' اور یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے غلاموں کو اپنے آقاؤں کے ساتھ وہ مساوات حاصل تھی جو اس تہذیب کے زمانہ میں بھی یورپ کے اندر ایک آزاد کو دوسرے آزاد کیساتھ حاصل نہیں'' یورپینوں کے گرجا میں اُنکی دعوتوں میں دوسرا عیسائی جو یورپین نہو داخل نہیں ہوسکتا'' مگر مسلمانوں کا غلام اپنے آقا کے دوش بدوش ہر عبادتگاہ اور ہر محفل میں پہنچ سکتا تھا' اُنکے خاندان میں شادی کر سکتا' اور بعض دفعہ لیاقت پیدا کر کے آزاد ہوکر بڑے بڑے مناصب حتیٰ کہ سلطنت تک حاصل کر لیتا تھا' خاندان سلاطین غلامان ہند و مصر کے حالات اس دعوے کی صداقت پر شاہد عدل ہیں'' یورپ کو صرف لفظ غلامی سے وحشت ہے' مگر افسوس کہ یہ لوگ دنیا کے آزادوں کے ساتھ بھی وہ برتاؤ نہیں کرتے جو مسلمانوں نے اپنے غلاموں کے ساتھ کیا ہے' اگر مسلمان اہل یورپ کی طرح جنگ کے موقع پر قیدیوں کو گرفتار کر کے جیلخانہ میں بھر دیا کرتے تو بتلاؤ غلاموں کو وہ تہذیب اور وہ علم و فضل کیونکر حاصل ہوتا جس کی وجہ سے آج دنیا میں اُنکا نام روشن ہے' اور مسلمانوں سے وہ محبت اُنکو کس طرح پیدا ہوتی جس سے وہ ہر موقعہ پر مسلمانوں کے شریک زندگی ثابت ہوئے ۱۲ ظ

میں ڈھکیل دیا۔ اُنکی نافرمانی نے اُنکو غلام بنایا، اُنکی سرکشی نے اُنکو ذلیل کیا۔ پس تم لوگوں سے سبق حاصل کرکے اللہ کی مخالفت و نافرمانی و سرکشی سے دور رہنا چاہیئے ورنہ جس نے ان حرکتوں کی وجہ سے دوسروں کو تمہارا غلام بنا دیا وہ تمکو کسی دوسرے کا غلام بنا دیگا ہمت بلند کرکے اللہ کی فرمانبرداری کا راستہ اختیار کر، اور سب سے بے فکر ہوکر اللہ کی طرف چل!

یہ مت[^] کہہ کہ تقدیر الٰہی نے مجھے اللہ کی طرف چلنے سے روک رکھا ہے (اگر خدا کو منظور ہوتا تو ضرور توفیق ہوجاتی) یہ باتیں تیری بیہودگی ارادہ کی سستی ہمت کے فتور سے پیدا ہونے والی ہیں تو قضا و قدر کو (ایک طرف) ایک صف میں کھڑا کر اور اپنے دلکو اپنے یقین و اعتقاد کو اُنکی ساتھ کردے عقل و تدبیر کو (دوسری طرف) دوسری صف میں کھڑا کر اور اپنی رائے اور ہوشیاری اور اللہ پر اعتماد و اُمید کو اُن کی ہمراہ کردے، پھر ان دونوں صفوں کے درمیان علمی جنگ برپا کر اور خود عقل و تدبیر کی طرف ہوکر (کام میں لگ) جا اور اللہ سبحانہ کے ساتھ نیک گمان اور اُس پر سچا بھروسہ رکھنے سے اس صف کی تائید کر۔

پھر اگر اس لڑائی کا غبار اس حالت میں چھٹا کہ تو اپنے کام میں غالب رہا تو سمجھ لے کہ

---

[^]: یہ مسئلہ تقدیر ہے جسکو مخالفین اسلام نے ہوا بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ بزدلی اور کاہلی سکھلاتا ہے سبحان اللہ تقدیر پر سب سے زیادہ ایمان رکھنے والے سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے جان نثار صحابہ تھے پھر کیا کسی کا منہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کے سامنے حبشی اور ہمت و استقلال کا نام بھی لے سکے کیا زمانہ کی آنکھوں نے ان حضرات کی برابر ہمت و استقلال والا کوئی بھی دیکھا ہے؟ بلکہ دعوے سے کہا جاتا ہے کہ ہمت و استقلال کی روح رواں یہی مسئلہ تقدیر ہے اسی سے انسان کے اندر شان بہادری پیدا ہوتی ہے کیونکہ تقدیر کا قائل صرف یہ ہے کہ انسان اپنی تدبیر و سعی کو مؤثر کامل نہ سمجھے کام کرے مگر نتیجہ پر نظر نہ کرے کامیابی اور ناکامی کو اللہ کے حوالہ کرے اب بتلاؤ کہ تدبیر و اسباب کی ناکامی کیوقت تقدیر پر ایمان رکھنے والا پریشان ہوگا یا بے ایمان؟ یقیناً تقدیر کا قائل ہرگز پریشان نہ ہوگا کیونکہ وہ ابتدا عمل ہی سے کامیابی و ناکامی کو اپنے اختیار سے باہر سمجھکر اللہ کے حوالہ کرچکا تھا۔ مگر جس کا تقدیر پر ایمان نہیں اُسکی پریشانی کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا کبھی وہ خودکشی پر آمادہ ہوتا ہے جیسا آجکل یورپ میں و بابت سرعت کیساتھ پھیل رہی ہے کبھی خودکشی سے محفوظ رہتا ہے تو ناکامی کے اسباب کی تحقیق و تلاش اور طرح طرح کی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ ناکامی کیوقت قائل تقدیر سے بڑھکر مطمئن اور ثابت قدم کوئی دوسرا ہرگز نہیں ہوسکتا وہ ناکامی کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتا کیونکہ اللہ پر اُسکی نظر ہے وہ اُسکے فضل کا امیدوار ہوکر دوبارہ پھر سرگرم کار ہوجاتا ہے۔ بلکہ ناکامی کی صورت میں بھی قائل تقدیر ناکام نہیں ہوتا کیونکہ شریعت اسلامیہ نے فیصلہ کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکے دربار میں صرف عمل اور کوشش و ہمت کو دیکھا جاتا ہے۔ کامیابی اور ناکامی کو نہیں دیکھا جاتا اگر کوئی ناکام بھی رہے جب بھی ثواب آخرت اور رضائے حق کا اُسی طرح مستحق ہے جیسا کامیاب ہونیوالا مستحق ہے کیا اس تعلیم پر یقین رکھتے ہوئے کوئی مسلمان ناکامی کی صورت میں پریشان ہوسکتا ہے، ہرگز نہیں بلکہ کامیاب کی برابر مسرور و شاداں رہیگا اور یوں کہیگا ع میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق ؛ ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست اور یہی اس مسئلہ کی تعلیم سے مقصود ہے کہ بندہ کامیابی کیوقت تو غرور و تکبر سے بچا رہے ڈینگیں مارتا نہ پھرے کہ میں نے یہ کیا اور میں نے وہ کیا۔ اور ناکامی کے وقت پریشان اور آمادہ خودکشی نہ ہو خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

پروردگار کی ساتھ تیری اُمید، اور نیک گمان، اور سچے اعتماد کی شاخیں بار آور ہو گئیں، اور تو مطلوب میں کامیاب ہو گیا اور اگر یہ غبار اس صورت سے ہٹا کہ تو اپنے کام میں مغلوب (اور ناکام) رہا تو اس وقت تقدیر کا پردہ تیرے لئے کھل جائیگا اور (معلوم ہو گا کہ واقعی تیرے مقدر میں کامیابی نہ تھی) اب تو معذور ہو گا، تیری کوشش کی قدر کی جائیگی، اور تیرا عمل اللہ کے اور اُسکے خاص بندوں کے نزدیک[1] مقبول ہو گا"

(انسان کو اپنی قدر کرنا چاہیئے)

الغرض اللہ! اپنی خبر لے اے عقلمند! میں تجھے تیری ذات کیمتعلق وصیت کرتا ہوں (کہ اسکی قدر کر) کیونکہ تو اپنے مہربان آقا کے خزانوں میں سے ایک (قیمتی) خزانہ ہے جس نے تجھکو بنایا ہے تو اُس کے نزدیک بڑی چیز ہے بشرطیکہ تو خود بھی اپنی قدر کرے اور اپنی بزرگی کو پہچانے، تیرے پروردگار نے تجھکو عقل سے ممتاز کیا" اور جتنی چیزیں تیری ماتحت ہیں سب پر عقل کی وجہ سے تیرا درجہ بلند کیا (پس عقل سے کام لے اور اس جوہر کو برباد نہ کر

(انسان کو زبان کا [illegible])

نیز اللہ نے تجھے ایسی زبان دی ہی جس سے سامعین پر حکمت کے موتی بکھیرتا، اُنکے دلوں کو موہ لیتا، عقلوں کو حیرت میں ڈالدیتا۔ اُن کی ہمتیں باندھ دیتا، ہر ایک کو اپنی اپنی حد پر ٹھیرا دیتا، سب کو ارادہ (وہمت) کے میدان میں جمع کر دکے کھڑا (کر) دیتا ہے۔ پس کلام کے شرف کو معمولی، اور اُسکے درجہ کو سہل نہ ٹھیرا (کیونکہ) عالم علوی سے عالم دنیا کی طرف جتنے (بلند) مراتب نازل ہوئے ہیں کلام کا مرتبہ اُن سب میں اعلیٰ ہے۔ یہ "الف ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ لا ی" حروف تہجی کلام (کی لڑی) کو جوڑنے والے، اور اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب (میں نازل ہونیوالے) ہیں جو آدم علیہ السلام

---

[1] غرض عمل اور صرف ہمت سے پہلے کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ میری قسمت ہی پھوٹی ہوئی ہی۔ کیونکہ قسمت میں کامیابی یا ناکامی ہونیکا علم کوشش کے بعد ہی ہو سکتا ہی پہلے نہیں ہو سکتا، اور انسان اگر غور کرے تو اُسے معلوم ہو گا کہ دنیوی معاملات میں وہ تقدیر کا بہانہ کرکے ہرگز چین سے نہیں بیٹھتا۔ نکاح سے پہلے ہرگز کسی کو یہ کہنے کی جرات نہیں ہوتی کہ میری قسمت ہی میں اولاد نہیں، دوکان کرنیسے پہلے کسی تاجر کی زبان پر یہ بات نہیں آسکتی کہ قسمت ہی میں نفع نہیں، ہاں اسباب کامیابی اختیار کرنے کے بعد بھی ناکامی ہو تو تقدیر کا نام زبان پر آتا ہے۔ پھر دین کے بارہ میں اس کے خلاف طرز عمل کیوں ہی؟ کہ سعی اور کوشش سے پہلے ہی فیصلہ کر لیا جاتا ہی کہ دینداری ہماری قسمت ہی میں نہیں، معلوم ہوتا ہی کہ یا تو دین کی طلب نہیں یا عقل سے صرف دنیا میں کام لیا جاتا ہی دین میں کام نہیں لیا جاتا ۱۲۔ ظ۔

پر اُتاری گئی تھی، یہ کلام (اور گفتگو) اللہ کی تلوار ہے جس سے (کبھی دلوں کو) ملا دیتا (کبھی) جُدا کر دیتا ہے، اسی سے (دلوں میں) عداوت (اور دشمنی) پیدا کر دیتا اسی سے محبت ڈال دیتا ہے، اس سے بڑے بڑے عجیب و غریب کام لیے جاتے ہیں، (اسی) سے دلوں کی اصلاح ہوتی اسی سے (علوم و) اسرار بیان کیے جاتے ہیں، اسی سے دل نرم ہو جاتے، باہم الفت و محبت پیدا ہو جاتی، اسی سے شیرازۂ (قومی) منتشر ہو جاتا ہے (کبھی) اسکی موج سے فتنوں کے سیلاب بہنے لگتے ہیں (کبھی) اس کا سیلاب پریشانیوں کے خس و خاشاک کو بہا لیجاتا ہے (کبھی) اس کے پرجوش عنوانات سے ہمتوں میں نشاط پیدا ہوتا (کبھی) اس کی بلند آہنگی سے (سامعین کے) ارادے بارگاہِ قرب (الٰہی) تک بلند ہو جاتے ہیں (کبھی) اسکی کشش سے باغیچۂ دل پر (اللہ تعالیٰ کی) عطائیں (بارش کی طرح) برسنے لگتی ہیں۔

اور اس کے پیچھے ایک تلوار (سی) ہوئی ہے۔ جو کلام کی میں چھپی ہوئی ہے پہلے کلام مُنہ سے نکالا جاتا ہے پھر وہ تلوار بن کر تیار ہو جاتی ہے۔ یہ کلام (کی صورت) اس تلوار کیلئے بمنزلۂ آلات و بنیاد کے ہے جو آخر کار اسکو تیار کر کے رہتی ہے (اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے اس امر پر غور کرو کہ) ایک بات کافر زندیق کے مُنہ سے نکلتی ہے جس کیوجہ سے وہ سچے مؤمنوں کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک بات پکے مومن کے مُنہ سے نکلتی ہے جس سے وہ کافروں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے (غالباً اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ کلام ایسی تلوار ہے جس سے کبھی تمہارا دشمن ہلاک ہوتا ہے کبھی تم خود ہی تباہ ہو جاتے ہو)

اے عاقل! تو اپنے پروردگار کے نام پر بعیت ہو کر، اپنے نبی کے راستہ پر (چلنے کا) عہد کر کے (کسی وقت) بارگاہِ قدس کا صدر نشین ہو جاتا ہے، یہ ایک بات ہی تو ہے جو تو نے مُنہ سے نکالی اور اسپر جما رہا، تو اُن لوگوں میں داخل ہو گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ تقویٰ پر جما دیا اور وہی اُس کے حقدار، اُس کے اہل تھے، فالزمهم كلمة التقوىٰ وكانوا احق بها واهلها"

یہ کلام جس سے تیری زبان چلتی، جسے ترکیب دیکر تو اپنے مُنہ سے نکالتا ہے، تیرے دل کا آئینہ، تیرے باطن کا خزانہ، تیرے کمالات ذاتیہ کا مجموعہ، تیری صفات (باطنہ) کا مادہ

تیری مجموعی ذات کو ایک لڑی میں پرو دینے والا ہے (جب تیرے مُنہ سے بات نکل گئی تو تجھے کم) تو نے اپنے آپ کو پوری طرح (اس کے) سانچہ میں ڈھال دیا ہے (ظاہر میں تو صرف) تیری بات بھی گئی (مگر حقیقت میں ایسا نہیں) بلکہ اُس نے تجھی کو کاغذوں پر لکھ دیا (ظاہر) تیری بات (ایک سے دوسرے کیطرف) نقل کی گئی (مگر حقیقت میں اتنا ہی نہیں ہوا) بلکہ اُس نے تجھکو بھی (لوگوں کے) کانوں تک پہنچا دیا، زبانوں اور صحیفوں میں گھما دیا، مجلسوں اور دفتروں میں کھڑا کر دیا، (لوگوں کی) آنکھوں اور دلوں میں جما دیا۔ (پس بغیر سوچے سمجھے کوئی بات مُنہ سے نہ نکالنا چاہیے)۔

شریف الکلام، شریف الہمت اور صاحبِ حکمت بن! الحکمت کے نقاب کو وہم کے ہاتھوں) سے دُور نہ کر (حکمت کی باتوں میں اپنے وہم کو نہ گھُسا) اور اُس فلسفی جیسا کام نہ کر جس نے حکمت کو اُس کے (اصلی) شرف (و بزرگی) سے عریاں کر دیا، فلسفہ کا نام حکمت رکھ کر اُس کی شان ہی بگاڑ دی اور اُس) کا لباس (بھی) بدل دیا۔

ہاں حکیم بن! حکمت (و عقل) کی باتیں کر، مگر فلسفی بننے سے بچا رہ! کیونکہ فلسفہ ہی وہم کے راستے پیدا ہوتے ہیں جو غلط نتیجوں پر پہنچاتے ہیں اور اسی سے خیال کی گردش اصل حقیقت کی تلاش کے لئے تمام میدانوں میں گھسنے اور اُن چیزوں تک پہنچنے لگتی ہے۔

فلسفہ سے وہم اور خیال کو ترقی ہوتی ہے حکمت و عقل کو ترقی نہیں ہوتی

حکیم بن فلسفی نہ بن

---

ف یعنی فلاسفہ اپنے فلسفہ کا نام حکمت رکھکر حکمت کی توہین کرتے اور اسکی حقیقت اور صورت کو بدلدیتے ہیں۔ کیونکہ حکمت دراصل وہ ہے جس سے عقل کے مطابق اشیاء کی حقایق معلوم ہوں، مگر فلسفہ کے مسائل کی حالت یہ ہے کہ جس دعوے کو فلاسفہ اپنے نزدیک عقلی سمجھتے ہیں اُسکے مقدمات کو دیکھا جائے تو ایک مقدمہ عقلی ہوگا دوسرا محض خیالی اور بعض جگہ تمام تر مقدمات خیالی اور وہمی ہوتے ہیں مگر انکو ایسی رنگ آمیزی سے بیان کیا جاتا ہے کہ ناواقف عقلی مقدمات سمجھنے لگتا ہے لیکن حقیقت شناس سے حقیقت مخفی نہیں رہتی وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ سارے مقدمات و دلائل محض خیال و وہم کی اختراع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ سے خیال آفرینی اور نکتہ چینی کو ترقی ہوتی ہے، حقیقت شناسی پیدا نہیں ہوتی، نہ جذبۂ عمل کو ترقی ہوا اور جب سے مسلمانوں نے یہ فلسفہ پڑھا اسکی تعلیم و تحصیل میں مشغول ہوئے اُسی وقت سے دین میں مختلف فرقے پیدا ہوئے اور باہم مناظرہ و مجادلہ شروع ہو گیا۔ وہ یقین اور جذبۂ عمل جو اسلامی تعلیم سے پیدا ہوتا تھا سست اور کمزور ہو گیا، اُسکی جگہ خیالی مقدمات اور ظن و وہم نے لیلی اور اب جس حالت پر مسلمان پہنچ گئے ہیں وہ سب کے سامنے ہے۔ فالی اللہ المشتکی ۱۲۔ ظ

جو عقل کے ادراک سے باہر ہیں اور جس[۵] رائے پر وہ فلسفی قائم ہے اُس پر توجہ کرنا امرِ حسن ہے لیکن فلسفی کے کلام کو مخاطب کے سامنے کلمۃ الحق سے مجرد (اور ممتاز) کردے یعنی اُس فلسفی متکلم کے نفس سے جو کلام باطل ناشی ہوا ہے اُس کو کلمۃ الحق سے ممتاز کردے۔ (دونوں میں خلط ملط نہ کرے کہ موجب تلبیس ہو جائے) پس یہ قصد اور توجہ اس حیثیت سے ہو کہ فلسفی کا کلام حکمت حقہ سے خالی ہے (اس قصد اور نقل میں اُس کے حق ہونے کا ایہام نہو) اور (جس طرح فلسفی کے کلام کو کلمۃ الحق سے مجرد و ممتاز کیا تھا اسی طرح) جس کی ساتھ خیر کا ظن ہو (مراد اہل حق ہیں) اُس کے کلام کو (نقل کے وقت کلام باطل سے) مجرد (اور ممتاز) کردے باقتضائے واقعی حسن ظن (ایسا کر مطلب کہ نقل کے وقت دونوں کو اس طرح نقل کر کہ خلط نہ ہو جس سے سامع کو التباس ہو جائے' اور حسن ظن میں حق اور واقعی کی قید اس لئے لگائی کہ مطلق حسن ظن کا یہ حکم نہیں) کیونکہ (مطلق) حسن ظن تو صاحبِ حسن ظن کو متکلم کی بیہودہ باتوں سے بھی مربوط کردیتا ہے۔

کاش فلسفی اپنے باطل (اوہام) کو مٹا دیتا' حکمت ہی پر جا رہتا' اُسی کو لیکر کھڑا ہوتا۔ اُسی کو بیان کرتا' تو لوگوں کو نفع دیتا' اور کاش! وہ شخص بھی جو فلسفی سے حسن ظن رکھتا ہے' اُس کے باطل کو مٹا کر (صرف) حکمت کی ڈور تھام لیتا اور اپنے صحیفۂ دل سے فلسفی کی غلط اور منگھڑت باتوں کو دھو کر (دیکھئے) حکمار[*] کے دامن تلے آجاتا تو خود بھی منتفع

---

[۵] مجھے اس مقام کے ترجمہ میں شرح صدر نہیں ہوا تھا۔ اس لئے بعینہ عبارت نقل کردی گئی تھی احضرت سیدی حکیم الامت دام مجدہم نے اس مقام کو حل فرمایا۔ تو حضرت کی تحریر کے مطابق تین سطروں کا ترجمہ لکھا گیا حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ فلاسفہ کے کلام کو دیکھنا اور نقل کرنا اُس وقت ممنوع ہے جبکہ اُسکو حکمت حقہ سمجھ کر دیکھا جائے یا بیان کیا جائے اور اگر حق و باطل کو ممتاز کر کے دیکھا جائے تو مضائقہ نہیں مگر یہ کام ہر ایک کا نہیں بلکہ محقق کا کام ہے ۱۲۔ ظ

[*] اور سچے حکما ر حضرات صوفیائے کرام امت محمدیہ و فقہائے عظام ملت اسلامیہ ہیں جو اوہام و خیالات کا اتباع نہیں کرتے۔ بلکہ علوم وحی کا اتباع کرتے ہیں۔ جن میں وہم و ظن کا کام ہی نہیں' جو کچھ ہے قطعی و یقینی ہے۔ پھر اتباع وحی کی برکت سے اُن کے دلوں میں وہ نور خاص پیدا ہو جاتا ہے جو حق کو حق اور باطل کو باطل کر کے دکھا دیتا ہے' اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ' اور کثرت ذکر اللہ سے اُن کے دلوں پر الہام صحیح کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کو خاص علوم و اسرار سے نوازتے ہیں۔ جن کی دوسروں کو ہوا بھی نہیں لگی ۱۲۔ ظ

ہوتا اور دوسروں کو بھی اُن کے علوم سے نفع پہنچاتا ؛

اور قدرت کے) عجائب میں سے یہ ہی کہ ایک شخص خود تو فاجر (وفاسق) ہی مگر حکمت کے اسرار یاد کر کے لوگوں کو پہنچاتا اور مخالفین اسلام سے مقابلہ کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعہ سے اپنے دین کو قوت دیتے اپنے لشکر کو غلبہ عطا فرماتے ہیں (چنانچہ بعض عالم بے عمل وعظ کہتے اور مناظرہ کرتے اور مخالفین اسلام کو شکست دیتے رہتے ہیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں ارشاد فرمایا تھا کہ اے بلال کھڑے ہو جاؤ اور (مسلمانوں میں یہ) اعلان کر دو کہ جنت میں مؤمن کے سوا کوئی نہ جانے پائیگا' اور اللہ تعالیٰ (کبھی) فاجر آدمی سے بھی اپنے دین کی تائید فرما دیتے ہیں (پس سمجھ لے کہ مشائخ میں بھی ہر شخص لائق مشیخت نہیں بعضے محض باتیں ہی بنانیوالے ہیں)

بھلا کوئی عاقل ان لوگوں کو لیکر کیا کرے ؟ جو ایک گوشہ میں بیٹھ کر گھر کی ٹاٹ بنے ہوئے ہیں جن کی رگیں دعوئے (مشیخت و معرفت) سے پھولی ہوئی ہیں اور دین کا اُن میں نشان بھی نہیں" (حالانکہ دین محض باتیں بنانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے بلند ہمت اور ہر حالت میں اللہ ورسول کی اطاعت وموافقت کی ضرورت ہی ۱۲)

بعض دفعہ اللہ تعالیٰ فاسق کو بھی دین کی خدمت کے لئے چن لیتے ہیں

بعض جھوٹے مشائخ کی مذمت

---

سلہ غالباً اس مضمون کو اس جگہ بیان فرمانے سے یہ مقصود ہی کہ بعض لوگ ہر اُس شخص کو صاحبِ حکمت سمجھ لیتے ہیں جو وعظ و تقریر و مناظرہ میں ملکہ رکھتا اور اسلام کی خدمت کرتا ہو یا کوئی بنا ہوا شیخ بزرگوں کے ملفوظات و کرامات و احوال یاد کر کے اپنی مجلس گرم کرتا اور لوگوں کو مُرید کرتا ہو ! حضرت شیخ قدس سرہٗ بتلانا چاہتے ہیں کہ محض خدمت اسلام اور تصوف کی باتیں بنانے کا نام حکمت نہیں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت بعض دفعہ فاسقوں سے بھی لے لیتے ہیں بلکہ حکمت کی حقیقت وہ نور ہے جو دل میں پیدا ہوتا اور ہمت بلند و عمل صالح کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور ہمت بلند کی حقیقت یہ ہی کہ انسان اللہ کا عاشق ہو اور دوسرونکو بھی اللہ کا عاشق بنا دے جس میں یہ بات نہیں وہ صاحبِ حکمت نہیں ۱۲ ظ - سلہ پس ہر شخص کے ظاہری کارناموں سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے بلکہ پوری طرح اُسکے اعمال و اخلاق و معاشرت کو میزان شریعت سے تولنا چاہئے بعض لوگ ظاہر میں مقتدا بنے ہوئے ہیں مگر تحقیق کے بعد اُنکی باطنی حالت ناگفتہ بہ نظر آتی ہی سہ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ✦ پس بہر دستے نباید داد دست ✦ اسی طرح جس شخص کو خدمت اسلام و خدمت قوم کی توفیق عطا ہوئی ہو وہ بھی اپنے ظاہری کارناموں پر ناز نہ کرے ممکن ہے کہ خدا کے نزدیک وہ فاجر ہو اور اللہ نے دین کا کام اُس سے لیلیا ہو جیسا منافقوں سے دین کی خدمت لیلی گئی تھی ۱۲ ظ سلہ اس عبارت میں گوشہ نشینی پر اعتراض مقصود نہیں کیونکہ اسکی ترغیب تو حضرت شیخ کے کلام میں جابجا موجود ہے بلکہ مقصود ان گوشہ نشینوں کے تکبر و غرور کی مذمت کرنا ہی ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ) حدیبیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسے فرمایا کہ تم تمام زمین والوں سے اچھے ہو اور (اس وقت ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے) اگر میں آج بینا[عــہ] ہوتا تو تم کو درخت کی جگہ تبلادیتا' مراد وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی تھی' اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ' اللہ مؤمنوں سے راضی ہوگیا۔ جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے۔

پس اے عزیز عقلمند! سوچ تو سہی کہ اُس وقت تمام زمین والوں میں چودہ سو آدمی ہی بھلائی کے قابل کیوں ہوئے؟ کیا اس کا سبب سوا اسکے کچھ اور بھی تھا کہ یہ حضرات سب سے الگ ہوکر اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کا بول بالا کرنے اور اُسکے دین کو عزت دینے کیلئے آمادہ ہوگئے تھے اور اسی بات پر[عــہ] انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین سے بیعت کی تھی' اور کیا دین[ف] ایک سچی بات اور بلند ہمت کے سوا کچھ اور بھی ہے؟

دین کو عزت دینا اور بلند ہمتی کا کام ہے

شریف آدمی کی ہمت شریف باتوں (شریف کاموں) کی طرف مائل ہوتی ہے' اور مکار کمینہ کی ہمت بیہودہ باتوں (بیہودہ کاموں) کی طرف جھکتی ہے شبہ والا شبہ کی تلاش میں رہتا ہے' اچھا آدمی (ہر ایک سے) اچھا گمان رکھتا ہے' اُسکی ہمت بلند کاموں ہی کی طرف بڑھتی ہے (پست کاموں' اور ذلیل باتوں کی طرف نہیں بڑھتی) اور ہمت[ف] کا بلند ہونا ایمان کا جزو ہے' کمینہ پست حوصلہ (کسی وقت) اپنی ہمت کو بلند کرنا بھی چاہتا ہے تو نفس (امارہ) اُس پر غالب ہو جاتا' اور ہمت کو الگ کرکے بلند ہونا چاہتا ہے'

بلند ہمتی ایمان کی نشانی ہے

اور ہمت (اپنی طبعی کمزوری کی وجہ) سے (پستی کی طرف) گرتی چلی جاتی ہے' اور یہ پست حوصلہ اپنی خرابی حالت کے سبب خیالی آئینہ میں یہ (خواب) دیکھتا رہتا ہے کہ ہمت کو الگ کرکے بھی اسی کا نفس رفعت (و بلندی) حاصل کرسکتا ہے'

اسکی ماں[ف] اس کو روئے! اُس نے بیجائی اولاصلی رفعت میں فرق ہی نہیں کیا'

بیجا اور اصل رفعت میں فرق

---

عــہ آخر عمر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی تھی ۱۲ ف عــہ مراد کلمۂ توحید ہے ۱۲ ف

هل يستوى الظلمٰت والنور (کیا تاریکی اور روشنی بھی برابر ہوسکتی ہی؟ (ہرگز نہیں پس اصلی رفعت کیلئے نور لازم ہے، جس رفعت میں نور نہو وہ بیجیائی کی رفعت ہے۔

ہمت اور سچی ہمت) بندہ کو مقام سرونجوی تک پہنچاتی ہے (کہ بندہ کا دل اللہ تعالےٰ سے باتیں کرنے لگتا، اور اُسکی باتوں کو بذریعہ الہام سُننے لگتا ہی) جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو (جس نے اللہ تعالیٰ کے نور سے حکمت (کی روشنی) لی ہو اُس کی ہمت عرش سے بھی زیادہ بلند ہوتی ہے، اے گرفتارِ دعوی! (اے باتیں بنانیوالے!) تو اپنی ہمت کے درجہ کو (بھی سامنے) لا، اور (ان سچی) ہمت والوں کے درجات سے اُس کا مقابلہ کر! اور (اس کے بعد خود ہی فیصلہ کر، اگر تو ایمان دار ہی اگر تو سچا ہے (تو یقیناً خود کہدیگا کہ تیری ہمت کو اُن کی ہمت سے کچھ بھی نسبت نہیں، اے نادان! اگر تو عارفین جیسی ہمت حاصل کرنا چاہتا ہی تو حکمت کی چکی میں اپنے تکبر (و غرور) کے جو کو پیس ڈال، تاکہ آٹے کی طرح تیرے اوپر سے جھڑکر ہوا میں اُڑ جائے۔ اس کے بعد اُن حکماء کے کھیت سے جو سلف کا نمونہ، نبی ہدیٰ (سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (سچے) وارث ہیں اپنے واسطے عمدہ اور پاکیزہ گیہوں تلاش کر (اس وقت اُمید ہے کہ تو بھی اہل ہمت کی جماعت میں داخل ہوجائیگا)۔

عارف کی ہمت عرش سے بھی زیادہ بلند ہی

اہلِ ہمت میں داخل ہونیکا طریقہ

(ہمارے) نبی علیہ افضل الصلوٰۃ واشرف السلام نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں لوگوں کی ایک جماعت غزوہ (اور جہاد) کیلئے نکلے گی تو سوال کیا جائیگا کہ تمہارے اندر

اہلِ حق کی شان غلبہ

---

ع بعض لوگ رفعت اسکو سمجھتے ہیں کہ بہت سے لوگ ہمارے معتقد ہوجائیں، دنیا میں بزرگ مشہور ہوجائیں اور اس کے لیے بزرگوں جیسی صورت بنا لینا، تصوف کی باتیں یاد کرلینا، لمبے چوڑے دعوے کرنا کافی ہے، ہمت بلند اور عمل صالح کی کیا ضرورت ہی؟ مگر وہ غور کرینگے تو انکو معلوم ہوجائیگا کہ اس رفعت سے اُن کا دل سراسر تاریک اور باطن ظلمتوں سے بھر گیا ہی پس یہ رفعت نہیں بلکہ بیجیائی ہی اصلی رفعت یہ ہی کہ انسان کا دل خدا کے سوا کسی سے تعلق نہو، اللہ کی یاد اور اس کے خوف اور انوارِ حضور سے لبریز ہو ۱۲ ظ۔

ع کیونکہ عارف ذات حق کی معرفت اور حضور بے کیف سے مشرف ہوتا ہو جو عرش کا حصہ نہیں، عرش تجلی گاہِ انوار رحمت ہی ذات بے کیف تک اسکی رسائی نہیں ؎

پرتو حسنت نہ گنجد در زمین و آسماں — در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہٖ ۱۲۔ نا

ع مراد اخلاق حمیدہ اور اعمال صالحہ ہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ جبتک دل کو تکبر و غرور سے پاک صاف نہ کیا جائیگا اُس وقت تک اذکار و اشغال وغیرہ کا اثر نہوگا پہلے تنقیہ ہونا چاہیے پھر مقویات کا استعمال کرنا چاہیے۔ حضرات چشتیہ کا طریقہ سلوک بعینہ یہی ہے ۔ ۱۲۔ ظا

کوئی ایسا بھی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو؟ کہا جائیگا ہاں (موجود ہیں) تو اس جماعت کو فتح حاصل ہوگی، پھر ایک زمانہ (دوسرا) آئیگا اور (اُسوقت بھی کچھ لوگ جہاد کیلئے نکلیں گے) تو پوچھا جائیگا تمہارے اندر کوئی ایسا بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں رہا ہو؟ کہا جائیگا ہاں (موجود ہے) تو اُن کو بھی فتح حاصل ہوگی اسکے بعد پھر ایک زمانہ آئیگا اور (اسمیں بھی ایک جماعت جہاد کو نکلے گی) تو پوچھا جائے گا کہ تمہارے اندر کوئی ایسا بھی ہے جو اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ کی صحبت میں رہا ہو؟ کہا جائیگا (ہاں) ہے، تو ان کو بھی فتح نصیب ہوگی، یہ زبردست غلبہ وراثتِ محمدیہ کی روح (اور حقیقت) ہے (آپ کا وارث جہاں ہو گا اہلِ حق[ع] کو اہلِ باطل پر غلبہ حاصل ہو گا) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت (اب بھی) موجود ہے، آپ کی حکمت ہمیشہ رہنے والی ہے (تو جو آپ کا وارث بننا چاہے وہ آپ کی سنت و حکمت کیموافق عمل کر کے اب بھی بن سکتا ہے)

ف وارثِ رسول بننے کا طریقہ

پس اے عزیز صالح! تو سنت محمدیہ کی غنیمت سے محروم نہ رہ! آپ کی حکمت کے دسترخوان سے اپنی ہمت کو نہ روک! (بلکہ جتنا لے سکے حصہ لیلے) اگر تو نے آپ کی سنتوں میں سے ایک سنت بھی زندہ کردی یا آپ کے (علوم) حکمت میں سے ایک حکمت بھی پھیلا دی تو تیرے لئے کامیابی اور دائمی بشارت ہے کیونکہ (اب) تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں اور اُن خاص لوگوں کی شمار میں آگیا ہے جو تمام زمین والوں سے بہتر ہیں، اور کل کو (دنیا میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ہو گا۔"

ف سرحدِ اسلام کی حفاظت کا ثواب اور اسکی تقسیم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیہا "اللہ کے رستہ میں ایک دن سرحدِ (اسلام) کی حفاظت کر لینا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے" (اور اسلام کی سرحدیں دو ہیں ایک ظاہری جس کی حفاظت لشکر و فوج سے کی جاتی ہے دوسری باطنی جس کی حفاظت وارثانِ رسول کرتے ہیں پس،

---

ع بشرطیکہ اہل حق اُسکی ساتھ ہوں اور وہ اہلِ حق کے ساتھ ہو اور اگر کسی وارث رسول کی قدر ہی نہ کی جائے، مسلمان اُس کا ساتھ نہ دیں اور اُسکی عظمت ہی نہ کریں تو اس صورت میں اہل حق کو اہلِ باطل پر غلبہ ہونیکا وعدہ نہیں کیونکہ حدیث میں صرف وہی صورت مذکور ہے جبکہ مسلمان وارث رسول کی عظمت کرتے اور اُس کے وسیلہ سے فتح و نصرت طلب کرتے ہوں فافہم ۱۲- ظ۔

تو اللہ کے رستہ میں اپنے مال سے اپنی جان سے اپنے علم سے اپنی حکمت سے اپنی ہمت سے (باطنی) سرحدِ اسلام کی حفاظت کر (اسلام کی صحیح تعلیم دنیا میں پھیلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کر) تو بھی حفاظت سرحد کے ثواب کا مستحق ہوجائیگا اور اس کیلئے بلند ہمت اور عمل صالح کی ضرورت ہی ۱۲

شریف[1] وہ ہے جو حضرت فاطمہ (زہرا علی ابیہا و) علیہا السلام کی اولاد سے ہو شریعت نے اُس کی بلندیٔ ہمت ظاہر کرنیکے لئے صدقہ (کا مال) کھانے سے اُس کو روکدیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے نواسوں میں سے ایک کو (بیت المال کی) کھجور منہ میں ڈالتے ہوئے دیکھا تو فرمایا (ہاں ہاں اسکو منہ سے نکالدو) کیا تمکو خبر نہیں کہ آلِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صدقہ (کا مال) نہیں کھایا کرتے (پس جسے ہمت بلند کرنیکا شوق ہو اُسے مخلوق کی صدقات و خیرات سے نظر اُٹھالینا چاہیے) اور جو لوگ بارگاہ خداوندی کے درباری ہیں وہ آلِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی کے موافق عمل کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں اُن کی ہمتیں بیکاری اور سستی سے نفرت کرتی ہیں اُنکی خودداری اور فعال غیرت اور محمدی مروت (وہمت) مخلوقات کے غبار[2] کو چاک کرتے اور وجود کے سخت میدانوں میں گھس جانیکا تقاضا کرتی ہے اور یہ تقاضا صرف اللہ اور رسول کیلئے اللہ کے ملک میں زبردست حکمتوں روشن ہمتوں کے ذریعہ جو دنیا و آخرت دونوں کے کام پر حاوی ہوں اللہ کا بول بالا کرنے کیلئے ہوتا ہے توفیق والے اللہ کے مقرب اور اللہ کے محبوب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہی لوگ کامیاب ہیں بلکہ یہی اللہ کے مقبول اولیا ہیں الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون ہ سنلو! اللہ کے اولیا پر کسی قسم کا اندیشہ نہیں نہ وہ غمگین ہوتے ہیں"

[1] اہلِ مصر و اہلِ عراق و حجاز کے محاورہ میں صرف سید کو شریف کہا جاتا ہی۔ چنانچہ حکومت حجاز جبتک سادات کے ہاتھ میں رہی اُس وقت تک والی حجاز کو شریف مکہ ہی کہا جاتا تھا ۱۲ ظ

[2] مخلوقات کے غبار کو چاک کرنے کا مطلب ہی کہ وہ اُن پر اُن کے اموال پر نظر نہیں کرتے اُنکے صدقات و خیرات کے منتظر نہیں رہتے بلکہ کسب حلال کیلئے سخت میدانوں میں گھسنے کی ہمت کرتے اور اپنی غیرت و خودداری کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ۱۲ ظ

اولیاء اللہ صدقہ کا مال نہیں کھاتے اولیاء اللہ ہمت ور [illegible]

ف۔ حضرت شیخ کی بلند ہمتی کا اللہ تعالیٰ سے عہد

اللہ تعالیٰ نے اس بندۂ ناچیز احمد کی روح سے عہد لیا ہے کہ حقیر کاموں (اور چھوٹے درجہ کی باتوں) پر نہ ٹھیرے (بلکہ اعلےٰ درجہ کے کاموں پر توجہ کرے) یاد رکھو! جس کی ہمت اللہ کیلئے بلند ہو اُس کا درجہ بھی اللہ کے یہاں بلند ہوتا ہے، اور جو اپنی غرض کیساتھ ٹھیرا رہے (خود غرض اور مطلب کا یار ہو) وہ (باطنی) مرض سے کبھی شفایاب نہوگا جس نے ہر قسم کے حادثات (و مصائب) پر اُن سے نظر ہٹا کر اُن کے موجد (اللہ جل شانہ) سے راضی اور خوش ہو کر غلبہ نہ پایا، وہ ایمان کی حلاوت اور شراب ہمت کے ذائقہ سے (کوسوں) دور ہے۔

ف۔ صنعت و حرفت سے واقف ہونا بھی بلند ہمتی ضروری ہے

مگر بلندی ہمت پر جو میں تمکو برانگیختہ کر رہا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کمزور محتاجوں (کو حقیر سمجھنے لگو اور اُن) کی خبر گیری نہ کرو، غریبوں کے پیشوں اور صنعتوں، انکی عادات اور امور معاش سے واقف نہ ہو۔

ف۔ صنعت و حرفت

کیونکہ ان باتوں کا جاننا، اُن سے کام لینا، اُن کو اختیار کرنا۔ اُن کی حقیقت سے واقف ہونا، اور جہانتک شریعت اجازت دے اُن میں ترقی کرنا (عین) بلندی ہمت اور اسرار نبوت کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، (چنانچہ)

ف۔ انبیاء علیہم السلام کے بکریاں چرانے کا راز

یہ بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام (جس قدر بھی ہیں) سب نے بکریاں چرائی ہیں، اور ہمارے نبی (کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) سید العرب والعجم نے بھی (بکریاں چرائی ہیں) تاکہ سب امتوں کے طور طریق، اور مختلف جماعتوں کے احوال سے واقف، اور تمام عالم کی سیاست (و انتظام) پر قادر ہو جائیں، نرمی کے ساتھ اصلاح کرنے، اور نرمی کے طریقے اختیار کرنے کا تجربہ ہو جائے، حتیٰ کہ بیزبان جانوروں تک کی حالت کا اندازہ ہو جائے۔ بلکہ تمام مخلوق کے حق میں خواہ ظاہر ہو یا مخفی، سامنے ہو یا غائب، عام طور سے نرمی کا جھنڈا قائم کرنے کیلئے ہمت بلند ہو جائے، تاکہ سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام خلق اللہ کیلئے رحمت عامہ (دریائے فیض) شیریں و خوشگوار چشمہ بنکر اللہ کے پورے ملک کو سیراب فرمادیں،

ع ۵ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت و رافت ایسی کھلی ہوئی ہے جس کو دریا قی بر صفحہ ۲۳ دیکھو)

وارثان رسول کا طریقہ

اور یہی طریقہ آپ کے اُن وارثوں کا ہے جنکو اللہ نے فتح (قلوب کی فضیلت) دی، اور رسولوں کی رسی سے ملادیا، اُن کا نائب کردیا، اُن کی شان کا نمونہ بنادیا، اور اور رسولوں کے ہار کے (قیمتی) موتی پروردگار عالم کے یہاں سب سے زیادہ مکرم (و معظم یعنی) سیدنا محمد النبی الامین کے اخلاق (کریمانہ) سے پوری طرح آراستہ کردیا ہے، آپ پر اور تمام رسولوں پر بادشاہِ مہربان و مددگار (اللہ جل شانہ) کا درود و سلام نازل ہو۔

اسی وقت یہ شخص (جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وارث ہے) اُن باتوں کے واضح کرنے پر قادر ہوتا ہے جو دنیا و آخرت کے متعلق مخلوق پر لازم ہیں (اب وہ) بارش کی طرح ہوجاتا ہے کہ جہاں بھی پہنچتا ہے نفع پہونچاتا ہے۔ اور

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۳) ہر انصاف پسند طبیعت آپکی سیرت کا مطالعہ کرکے فوراً تسلیم کرتی ہے اور عقل حیران ہوجاتی ہے کہ بشریت کیساتھ ایسی رحمت و رافت کیونکر مجتمع ہوگئی باوجودیکہ آپ نبوت کیساتھ سلطنت کی باگ بھی ہاتھ میں لئے ہوئے تھے مگر ایک رعیت کا یہودی آپکے اوپر قبل از وقت غلہ کی قیمت کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرات صحابہ اُس کو دھمکانا چاہتے ہیں اور آپ یہ کہکر خاموش کردیتے ہیں کہ تم کو انصاف سے کام لینا چاہئے۔ اس کا حق میرے ذمہ ہے۔ مجھ سے کہو کہ اس کا حق ادا کردوں۔ اس سے کہو کہ نرمی سے تقاضا کرے، یہودی آپ کو رات کے وقت گھر بھی نہیں جانے دیتا اور آپ اُسکی ساتھ مسجد ہی میں قیام فرماتے ہیں جس کے بعد صبح کو وہ اسلام لے آتا ہے" کفار مکہ نے حضور کو کس قدر ایذائیں دی ہیں۔ مگر فتح مکہ کے وقت جب دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آپ مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو انتہائے تواضع کی وجہ سے سر جھکا ہوا ہے، کجاوہ سے سر لگا جاتا ہے، اور بجائے جذبۂ انتقام کے رحمت و شفقت سے دل لبریز ہے۔ چاروں طرف اُن دشمنوں کا ہجوم ہے جنہوں نے عمر بھر ستایا، وطن سے بے وطن ہونے پر مجبور کیا، ہر شخص لرزہ براندام ہے کہ دیکھئے آج ہماری قسمت کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے مگر رحمت للعالمین ایک نگاہ اُٹھا کر سب کو دیکھتے اور ارشاد فرماتے ہیں آج ملامت کا دن نہیں (بلکہ رحمت کا دن ہے) جاؤ تم سب آزاد ہو آپ کی سیرت ایسے صدہا واقعات سے لبریز ہے جو آپ کے عفو و کرم اور رحم و شفقت کا زندہ نمونہ ہیں" حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر و استقلال اتنا زبردست ہے کہ تمام دنیا کا صبر و استقلال اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا حضور کیسے بینظیر کمالات و اخلاق ہی تھے جن کے سامنے تمام دشمنوں کی گردنیں جھک گئیں اور جبتک آپکی سوانح طیبہ اور پاکیزہ سیرت زندہ ہے ہمیشہ جھکی رہیں گی۔ اسوقت جبکہ مسلمانوں کی نہ وہ حکومت ہے جو پہلے کبھی تھی نہ وہ طاقت ہے مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت برابر مخالفوں کو آپکی غلامی کیطرف کھینچ رہی اور مسلمانوں کی تعداد کو بڑھا رہی ہے جسے دیکھ کر ہر دشمن سے دشمن یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ واقعی محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین ہیں صلے اللہ علیہ وسلم ؎ زہے نی باران سے سوکھی زمین + یعنی آئے رحمۃ للعالمین سے درخشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا + دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا۔ جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے + کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا۔ ۱۲۔ ظ

اور متقیوں کا اللہ ہی مددگار ہے، اُسی کی طرف ہر کام کا منتہا ہے اُسی کی طرف سے اعانت ونصرت ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ہمکو اللہ بس ہے وہی اچھا کارساز ہے۔ (عزیز من!) عقل کی بزرگی انصاف سے ہے، اگر انصاف (کا مادہ) نہو تو (عقل) خواہشوں کے فریب سے جو نفس اُسکے سامنے پیش کرتا رہتا ہے مغلوب ہو جاتی ہے۔

سمجھ کی خوبی تسلیم وانقیاد سے ہے، ورنہ خودرائی کی غلام ہوگی بیہودہ حرص اور غلط آرزو کا سر توڑنے والی اللہ کی (مقرر کردہ) حد ہے جس شخص پر اُس کی بیہودگی (ایسی) غالب ہو گئی ہو کہ حق تعالیٰ کی حد سے بھی آگے بڑھ گیا وہ غدار ہے (وہ ہو کہ کا شکار ہے) اور ان جھوٹی اُمیدوں (غلط آرزوؤں) کی جڑ وہ وساوس (وہ خیالات) ہیں جو (انسان کے) ذہن کو اُن لذتوں کے سوچنے میں ڈالدیتے ہیں جن سے نفس مزے لیتا اور (مادہ) شہوت کو فرحت ہوتی ہے، اسوقت ہمت جواب دیدیتی اور یہ سوچ بچار ارادہ کو کھینچکر آگے بڑھا دیتی ہے تو انسان اغراض (نفسانی اور شہوات لایعنی) کے دشوار میدانوں میں گھس جاتا ہے (اور جو نہ کرنا تھا کر گذرتا ہے جس سے دل سیاہ ہو جاتا اور روا ہی تباہی خیالات، جھوٹی اُمیدوں غلط آرزوؤں کا گہوارہ بنجاتا ہے)

اگر کوئی ارادہ (کوئی ہمت) آسمان کا دروازہ کھٹکھٹا دے (آسمان کے تارے بھی

---

ع۱ پس وارث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ مخلوق خدا کو نفع پہنچاتا ہے اللہ کی مدد سے پہنچاتا ہے خود نہیں پہنچاتا۔ چنانچہ جہاں ہزاروں کو اُن سے فیض ہوتا ہے وہاں بعض اُنکے مخالف اور معاند بھی ہوتے ہیں اُن کو خدا نے ہدایت نہیں کرنا چاہی تو وارث رسول اُسے کچھ نفع نہ دیسکا ۱۲ ظ

ع۲ اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اہل اللہ سے عقلاء کو فیض پہنچتا ہے اور عاقل وہ ہے جو ہر بات کو انصاف کی نظر سے دیکھے معاند اور ہٹ دھرم عاقل نہیں اُسکی عقل خواہش نفس سے مغلوب ہے ۱۲ ظ۔

ع۳ اس میں بتلایا گیا ہے کہ عقل وفہم کو برباد کرنیوالی دو چیزیں ہیں حب مال وحب جاہ اور ان دونوں کے مٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے احکام پر چلتا رہے، جو شخص احکام الٰہیہ پر چلیگا حب مال وحب جاہ سے مغلوب نہوگا تو اُسکی عقل ٹھکانے رہیگی، اور حق وباطل کے ادراک سے محروم نہوگا۔ اسکے بعد وہ اہل اللہ سے نفع حاصل کر سکیگا

ع۴ پس جو شخص اپنی عقل کو ٹھکانے اور دل کو درست رکھنا چاہے اُس کو لازم ہے کہ اپنے ذہن کو خیالات شہوانی، اور لذات نفسانی کے سوچنے سے بچائے۔ جب اس قسم کا وسوسہ دل میں آئے فوراً زبان سے ذکر اللہ شروع کر دے اور دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرنیکی کوشش کرے ورنہ ذرا سی غفلت سے یہ خیالات جمنے لگیں گے اور وسوسہ کے درجہ سے گذر کر ارادہ کی سرحد تک پہنچ جائیں گے، پھر گناہوں سے بچنا دشوار ہے، ہمت بھی جواب دیدے گی۔ ۱۲ ظ

توڑ لائے) مگر اُس کے پاس علم الٰہی (یعنی کتاب اللہ) کی کوئی آیت (شریعت کی کوئی ہدایت) نہیں جو لوگوں کو اللہ (کی محبت و اطاعت) پر مجتمع کرتی اور دین و دنیا میں اُنکو نفع دیتی ہو تو وہ کچھ بھی نہیں (اُسکو ہمت کہنا ہی غلط ہے کیونکہ جس کو اپنے محبوب کیلئے جوش نہ آئے اور اس بات کو گوارا کرے کہ اُسکی بُرائی اسکے کانوں تک پہنچتی رہے وہ عاشق نہیں اسی طرح جس دوست کو اپنے دوست کیلئے جوش نہ آئے اور اس بات پر راضی ہو کہ اُسکی بُرائی اُس کے کانوں تک پہنچتی رہے وہ دوست نہیں۔ (پس بلند ہمت والا وہ ہے جو اللہ کا عاشق اور اس کا دوست ہو اور مخلوق کو بھی خدا کا عاشق اور دوست بنا دے، جو خدا کا عاشق ہو گا وہ مخلوق کی نافرمانی اور گستاخی سے بیچین ہو جائیگا)

نخوت[ف] (یعنی للحق نہ عن الحق اور خودداری) انسان[ف] کیلئے بزرگی کے سدرۃ المنتہٰی (انتہائی درجہ) تک پہنچنے کا زینہ ہے بشرطیکہ اسکی بنیاد اللہ کیلئے جوش غیرت پر قائم ہو۔

استقامت[ف] ایسی صفت ہے جو کسی بڑے (حوصلہ والے) ہی کی چادر میں لپٹی ہوتی ہے (ہر کس و ناکس کے بدن پر لباسِ استقامت راست نہیں آتا) اور (صاحب استقامت وہ ہے جو ہر چیز کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھے اور ہر پہلو کا حق ادا کرے چنانچہ) عارف[ف] کامل دنیا کو حقیر سمجھتا ہے، اپنی جوتی کے تسمہ سے بھی کمتر خیال کرتا ہے (اسی لئے اُس سے دل نہیں لگاتا) مگر اُس کے پیدا کرنے والے کی وجہ سے ہر ہر چیز کی پوری قدر کرتا ہے اس حقیقت پر



---

ف پس ہمت اس کا نام نہیں کہ فاقہ زیادہ کرے یا خطرات میں بیدھڑک بڑھ جائے کہ یہ کام تو ایک کافر بھی کر سکتا ہے بلکہ ہمت اس کا نام ہے کہ خلق اللہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت میں سرگرم کار کر کے اللہ کے دروازہ پر لا ڈالے کہ یہ کام صرف مسلمان اور سچا مسلمان یعنی وارثِ رسول ہی کر سکتا ہے۔ کافر کو اللہ کی محبت و اطاعت سے کیا واسطہ اُسکو معرفت خدا ہی حاصل نہیں تو محبت تو کیا خاک ہوگی یہاں سے ان مسلمانوں کو اپنی آنکھیں کھولنا چاہئیں جو بعض سیاسی ہندوؤں کی بہت تعریف کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ ایسا ہمت والا مسلمانوں میں کوئی نہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس نے اس سے زیادہ کیا کام کیا کہ لوگوں کے دلوں میں آزادی اور حکومت کا ولولہ پیدا کر دیا اور یہ وہ بات ہے جس سے ہر انسان کو ہر وقت فطرۃً محبت ہے ہمت اس کا نام ہے کہ کوئی مخلوق کے دلوں میں اللہ کی محبت ڈالدے جس سے حب دنیا اور مادہ پرستی نے اُن کو غافل کر رکھا ہے۔ سو الحمدللہ مسلمانوں میں ایسے باہمت اب بھی موجود ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیں گے ۱۲ ظ ف اور اگر نخوت کی بنیاد نفس کیلئے قائم کی گئی ہو اپنی عزت و جاہ مطلوب ہو اللہ کا بول بالا کرنے کیلئے نہ ہو وہ انسان کو ذلت کے گڑھے میں ڈالنے والی ہے ۱۲ ظ ف بحمد اللہ ہمارے بزرگوں کا یہ طریق کما ہی قدم پر پایا ہے دنیا سے دل نہیں لگاتے مگر ہر چیز کی پوری قدر کرتے اور اس سے کام لیتے ہیں ۱۲ ظ۔

نظر کرکے وہ کسی چیز کو مہمل (اور بیکار) نہیں سمجھتا (بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اسکو نعمت اور عطائے الٰہی سمجھ کر بڑے ادب سے لیتا اور اُس سے منتفع ہوتا ہے)۔ اے حکیم! الٰہی حکمت کو (بھی سامنے لا) اور ان دونوں باتوں کو جمع کر (کے دکھا) دے پھر واقعی تو بڑا آدمی ہو گا مگر تیرے خیال میں تو یہ اجتماع ضدین ہے جس کو محال کہا جاتا ہے اب ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ کہ غلامانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کیونکر جمع کر دیتے ہیں)

تو علم کی آنکھ سے اپنے نبی امین (صلے اللہ علیہ وسلم) کی سیرت، آپکے پاک اہلبیت کی حالت (مخلوق کے رہنما، اللہ کے) مقبول بندوں حضرات صحابہ کی تاریخ کا مطالعہ کر (تو تجھے نظر آئیگا کہ) اُنہوں نے تمام ممالک فتح کئے، اللہ کے بندوں کی نگہبانی کی عدل و (انصاف) پھیلایا، تمام کاموں کا نظام قائم کیا، سیاستِ اُمم کے طریقہ کو مستحکم کیا (غرض دنیا بھر کے کام کئے، دنیا کی ہر چیز سے کام لیا) مگر دنیا اور اُسکے اسباب و متاع سے سب سے بڑھ کر بے رغبت اور دنیا اور اُسکی لذات سے سب سے زیادہ دور رہے۔ عـ

تو عمل اور تسلیم کی دو دیواروں کے درمیان چل! (عمل کی دیوار قائم کرتے ہوئے تسلیم کی دیوار بھی کھڑی کرلے یعنی کام کر اور کامیابی کو خدا کے سپرد کر!) تو عالمِ جمع کی طرف فرق سـہ

---

عـ پس دنیا کی حقارت اور عظمت کو اسطرح جمع کیا گیا کہ اُسکو دل میں تو جگہ نہ دی کیونکہ دنیا فنا ہونیوالی ہے اور فانی سے دل لگانا مصیبت مول لینا ہے ہاں اُسکو ہاتھ کے نیچے رکھا اور اللہ تعالیٰ نے جو منافع و فوائد اشیاء عالم میں رکھے ہیں اُن سے منتفع ہوتے ولکم فیہا مستقر و متاع الی حین میں اسی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان کو رہنا اور اشیاء عالم سے منتفع ہونا ہے مگر یہ سب کچھ ایک خاص وقت تک ہے اسلئے عاقل وہ ہے جو اس سے کام لے مگر دل نہ لگائے والی ہذا یجمع انشد العارف الرومی قدس سرہ نعم لیت آب در کشتی ہلاک کشتی است چو آب اندر زیر کشتی پشتی است ۱۲۔ ظ

سـہ سالک پر دو حالتیں طاری ہوا کرتی ہیں ایک فنا دوسری بقاء حالتِ فنا میں انسان کی نظر اپنی صفات اور اپنی ہستی پر نہیں رہتی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُسکی ہستی ہی اس کے سامنے رہ جاتی ہے۔ اس کے بعد حالتِ بقا وارد ہوتی ہے۔ جس میں اپنی صفات اپنے افعال اپنے وجود پر بھی نظر ہونے لگتی ہے۔ مگر پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود و صفات پر نظر پڑتی ہے۔ پھر اپنے وجود وغیرہ پر اس حیثیت سے نظر ہوتی ہے کہ یہ آئینۂ جمالِ الٰہی اور اُس کی معرفت کا وسیلہ ہے، حالتِ فنا کو فرق و فصل۔ اور حالتِ بقاء کو عالمِ جمع بھی کہتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ جب تو اپنے اوپر نظر کرے اپنی صفات و افعال پر نگاہ ڈالے تو خالقِ جل و علا کے وجود اُسکی صفات قدیمہ کو بھی پیش نظر رکھ! اپنے لئے وہ صفات ثابت نہ کر جو ربِ قدیم کیلئے مخصوص ہیں مثلاً جب کوئی کام کرے تو یہ مت سمجھ کہ تو اپنی قدرت اور طاقت سے یہ کام کر رہا ہے بلکہ یہ سمجھ کہ اللہ کی مرضی یہی ہے کہ تجھ سے یہ کام صادر ہو اس لئے عمل کی توفیق ہوگئی اگر تو اپنے علم پر نظر کرے تو خدا کے علم پر بھی نظر کر کہ اُسکے علم سے تجھکو یہ دولت عطا ہوئی، اگر اپنے اندر اللہ کی طلب پائے تو اللہ کے کرم پر بھی نظر کر کہ اُسکے لطف و کرم سے طلب عطا ہوئی ہے غرض بقاء کیساتھ اپنے فناء سے غافل نہ ہو اور اس بات کو خوب سمجھ لے کہ بقاء تیری صفت نہیں بلکہ اللہ کی عطا ہے تیری اصلی صفت فنا ہی فنا ہے، حضرت شیخ قدس سرہ نے اس مقام پر اہلِ ظاہر کو تبلایا ہے کہ عارف جس طرح دنیا کی حقارت و عظمت کو جمع کرتا ہے اسی طرح بہت سی متضاد کو جمع کر دیتا ہے جنکو عوام جمع نہیں کر سکتے وہ اپنے ہر عمل میں فصل و وصل، جمع اور فرق، بقاء اور فناء کو ساتھ ساتھ رکھتا ہے یہی اصلی حکمت اور حقیقی معرفت ہے وہذا کلہ من علوم سیدی حکیم الامۃ دام مجدہ و علاہ ۱۲ ظ

عـ بقاء و فناء دونوں پر ساتھ ساتھ نظر رکھنا چاہیے۔

(اور نصل) کی ساتھ ساتھ روانہ ہو (یعنی) اپنے حدوث اور اپنے خالق کے قدم کو جمع نہ کر، اگر ایسا کرے گا تو گمراہوں میں شامل ہو جائیگا' تو اپنے علم اور خدا کے حکم' اپنے عمل اور خدا کی رضا' اپنی طلب اور خدا کے کرم میں فرق کر کے (ہر ایک پر الگ الگ نظر کر کے) ان سب کو جمع کر اس وقت تو نیک بندوں (اور لائق لوگوں) میں شامل ہو گا۔

ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہ جما رہ! کہ اُس سے آگے بڑھنے کا نام ہی نہ لے' کیونکہ جس کے دو دن برابر ہوں وہ خسارہ میں ہے' کامیاب وہ ہے جس کا اگلا دن پچھلے سے بڑھا ہوا ہو' سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ کیسی اچھی چیز ہے (کہ اس میں برابر ترقی ہی ترقی ہے۔ دنیا کی سیر ایک حد پر ختم ہو جاتی ہے مگر اس کیلئے کوئی منتہیٰ نہیں)

ہم سب اللہ کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں (پس مبارک ہے وہ جو اپنے مالک کے سامنے جانے سے پہلے اُس کو پہچان لے' اور بدبخت ہے وہ جو ساری عمر اپنے مالک سے بیخبر رہا)۔

نصیحت (اور وعظ) کے وقت حکیم بن! ایسی حکمت سے نصیحت کر کہ دوسرے پر اثر ہو) خیانت کرنے والوں (اور ظالموں) کا طرفدار نہ بن! (وعظ و نصیحت میں اہل دنیا و اہلِ جاہ کی حمایت اور خوشامد نہ کر) جب اتنا علم حاصل کرے جو عمل کیواسطے کافی ہو تو اُس پر عمل کر! (اور تکمیلِ علم پر عمل کو موقوف نہ رکھ! کیونکہ علم کی تکمیل تو کبھی نہیں ہو سکتی پھر عمل کب کریگا) علم میں کسی حد پر نہ ٹھر! کیونکہ علم کی (اصلی) حد تو تیری عمر سے بھی آگے ہے (پس) بچپن سے قبر میں پہنچنے تک طلب علم میں لگے رہو اعوذ باللہ

جس کے دو دن برابر ہوں وہ خسارہ میں ہے

نصیحت کے وقت حکیم بن

؎ سلوک باطن میں اول سیر الی اللہ ہوتی ہے۔ اس وقت دل میں اللہ تعالیٰ کی طلب ہوتی ہے معرفت نہیں ہوتی پھر سیر فی اللہ ہوتی ہے' اسوقت اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو سالک صفات حق میں سے ہر صفت کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سیر فی الصفات کے بعد سیر فی الذات شروع ہوتی ہے اور یہ بندہ کی کوشش سے نہیں ہو سکتی صرف اللہ تعالیٰ کی معیت سے حاصل ہوتی ہے یہ سیر باللہ ہے' مگر ان باتوں کا مطلب الفاظ سے سمجھ میں نہیں آ سکتا' یہ باتیں کام کرنے سے سمجھ میں آتی ہیں ؎

کار کن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار باید کار ۱۲ منہ

انْ اکون من الجاھلین[ع] جاہلوں میں شمار ہونے سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں،

بلند درجوں کی طرف دین کے ذریعہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ اپنے پروردگار (کی مدد) کے ذریعہ سے نظر بلند کرا ❊

ف: اپنی نظر کو خاک میں نہ ملاؤ

اپنی اس قیمتی نظر کو (ذلت و) پستی کی مٹی میں (ملاکر) برباد نہ کرا کہ (دنیا کے نوہر (ٹاٹ) پالان پر جم کر بیٹھ جائے (اور دین پر چمنے کی کوشش نکرے) یہ تو بیہودہ نکا شیوہ (بیکاروں کا طریقہ) ہے۔

ف: کامیابی کا طریقہ اتباع سنت ہے

حضرات صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے علم سے آراستہ ہوا اور اہلِ بیت کرام کے سلسلہ میں داخل ہوجا، اسوقت نہ تجھے کوئی حالت سرکشی میں مبتلا کریگی نہ کوئی شان (سیدھے) راستہ سے ہٹائیگی، اپنے آپ کو ان حضرات کی صف میں کھڑا کردے اگو اسمیں کتنی ہی مدت دراز لگ جائے۔"

ف: ان کے احوال (و اعمال) کا پورا اتباع کرنا تجھے اُن میں داخل کردیگا، اُن کے اخلاق سے آراستہ ہونا تجھے سچ مچ اُن سے ملادیگا، (حدیث میں ہے) من غشنا فلیس منا؟ جس نے ہم سے خیانت کی وہ ہم میں سے نہیں، (اور خیانت یہ ہے کہ دعویٰ تو غلامی کا ہو اور طور طریق نافرمانوں جیسا ہو) اسی طرح (بطور مفہوم مخاطب کے یہ سمجھ) من لم یغشنا فھو منا؟ کہ جو ہم سے خیانت نہ کرے وہ ہم میں سے ہے (پس حضور کی جماعت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو ظاہر و باطن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موافق بنادے) یہ بات جلدی حاصل ہوجائے یا دیر میں بہر صورت طریقہ یہی ہے۔

ف: سنت محمدیہ کی روشنی ہمیشہ چمکتی رہیگی

صبح نور محمدی کی روشنی چمک رہی ہے (اور ہمیشہ چمکتی رہے گی) کبھی غائب نہوگی[ب] تک بہا

---

[ع] یہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے مطابقت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل الشان نبی اخیر عمر تک جہل سے پناہ مانگتا اور علم کو طلب کرتا رہا تو ہماری اور تمہاری ہستی ہی کیا ہے؟ یہاں سے آجکل کے صوفیوں کو سبق لینا چاہئیں جنہوں نے صرف عُرس اور قوالی اور حال و وجد اور موٹی تسبیح ہی کا نام تصوف رکھ لیا ہے۔ علم دین سے اُن کو سروکار ہی نہیں رہا، وہ دیکھیں کہ حقیقی تصوف کس چیز کا نام ہے اور حضرات صوفیہ کرام طلب علم کی کس قدر تاکید فرماتے ہیں ١٢۔ ظ

[ب] پس یہ مت کہو کہ اب پہلے جیسے کامل لوگ کہاں ہیں؟ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح راستہ بتلائیں یاد رکھو ہر زمانہ کے اندر اللہ کے خاص بندے دین کا صحیح راستہ بتلانیوالے ضرور رہیں گے۔ لایزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق طلب کی ضرورت ہے۔ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد ❊ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست۔

کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا وارث ہو جائے اور وہی سب سے بہتر وارث ہے۔ پس جس نے اپنے آپکو اس بارگاہ (محمدی) کی خدمت بجالانے آپ کی سنت کو زندہ کرنے آپکی شان بلند کرنے میں لگا دیا وہ کامیاب ہو گیا اُس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے میرے اس قول کی تائید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کر رہا ہے "من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید" جو شخص میری امت کے بگڑنے کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے جما رہا اُسکے لئے سَو شہیدوں کا ثواب ہے" نیز ایک دوسری حدیث بھی اسکی مؤید ہے وہ یہ کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (سب سے افضل) وہ مؤمن ہے جو اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ہے' لوگوں نے عرض کیا (اسکے بعد) پھر کون ہے؟ فرمایا وہ مؤمن جو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں جا بسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے' اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کرے۔

لوگوں کی تین قسمیں ہیں

اے عزیز صالح! تو نے کچھ سمجھا اور جانا بھی؟ کہ تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بہترین خزانہ ازل کی روح اور (کائناتِ) ابد کی نگاہ کا نور ہیں' لوگوں کو تین قسموں میں تقسیم فرمایا ہے (۱) وہ نفع رساں آدمی جو اپنی جان و مال سے اللہ کیلئے جہاد کرتا ہے (۲) وہ جو اللہ سے ڈرتا ہے' اور لوگوں سے الگ رہے تاکہ کسی کو اُس سے تکلیف نہ پہنچے (۳) وہ جو ان دونوں میں سے ایک بھی نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمکو اور تمکو (ایسا ہونیسے) بچائے' یہ تو دوسرونکو بھی) ضرر دینے والا ہے' اور (خود بھی) تباہ ہے۔' یہ تیسری قسم صاحبِ جوامع الکلم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے کلام سے ضمناً مفہوم ہو رہی ہے۔

اور تینوں میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنی جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے (چنانچہ) توفیق والوں کی ہمتوں کے قافلے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے طلب حق کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں (ہر شخص کسی نہ کسی صورت سے جہاد میں لگا

عــہ لفظ الکتاب سر سوادۃ الازل' وفی القاموس سوادۃ الوادی افضل مواضعہ واسراہ اصل فترجمت السر بالروح وسوادۃ الازل بافضل خزانۃ الازل واللہ اعلم ۱۲

جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں

کام کرو کامیابی پر نظر نہ کرو

ہوا ہے) کیونکہ جہاد فنی کی بہت سی قسمیں اور مختلف طریقے ہیں' ایک جہاد زبان سے ہی' ایک ہاتھ سے' ایک مال سے' ایک ارادہ سے' ایک ہمت سے' ان سب کا منتہیٰ اللہ ہی کی طرف ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا' جنہوں نے ہمارے واسطے جہاد کیا ہم اُن کو اپنے (قرب کے) رستوں پر لگا دینگے'' ان سب کو شامل ہے اور یہ ضروری کہ) ان میں سب سے بڑھ کر وہ ہیں جو جہاد کی سب (قسموں) کے جامع ہیں' پس جس سے جتنا ہو سکے اور جس طرح ہو سکے اللہ کے رستہ میں جہاد کیلئے ہمت بلند کرے' جب اسباب شرعیہ جمع ہو جائیں کام شروع کر دے' اور کامیابی پر نظر نہ کرے بلکہ نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے غلبہ (فنی اور کامیابی) کو دیکھنا (لوگوں کی) طبیعتوں پر مختلف طریقوں سے حکومت کرتا ہے (کسی کا دیکھنا) بجا ہے اور (کسی کا) بیجا اور (کسی کا سراسر) وہم ہی وہم ہے اور (کسی کا) اسکے سوا (اور کچھ) ہے

پس تو کام کرتے ہوئے کامیابی پر نظر رکھنے کا پابند نہ ہو کہ جب کامیابی سامنے ہو تو کام کرے' اور سامنے نہ ہو تو کام چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ اس میں ریا کی آمیزش آرزو کا میل' اور خوف کا لگاؤ ہے' (گویا تو صرف اس لئے کام کرتا ہے تاکہ لوگ کامیابی کے بعد تعریف کریں' اور کامیابی سامنے نہ ہو تو اس لئے کام چھوڑ دیتا ہے تاکہ لوگ مضحکہ نہ اُڑائیں)

ف عام حالت یہ ہے کہ آدمی کام کرنے سے پہلے ہی کامیابی کا ایک تخیل ذہن میں قائم کر لیتا ہے اور رستہ کھلا ہوا دیکھتا ہے تو کام کرتا ہے' اگر کامیابی کا رستہ نظر نہ آتا ہو تو کام شروع نہیں کرتا' یہ بڑی غلطی ہے جسکی وجہ سے بہت لوگ مقصود سے محروم ہیں' انکو سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کا کام عمل ہے' کامیابی اور ناکامی سے انکو کچھ سروکار نہیں۔ اس کو عمل کرنا چاہئے۔ کامیابی کو نہ دیکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ کہ کام کرنے والوں کے لئے رستہ کھول دیتے ہیں جو کام ہی نہ کرے اُسکے لئے رستہ نہیں کھلتا۔ اب جو شخص کام ہی نہیں کرتا اُس کا کامیابی پر نظر کرنا بےجا اور باطل ہے اور جو کام کرتا ہے اگر وہ عمل کو کامیابی پر موقوف رکھتا ہے تو سراسر وہم میں مبتلا ہے۔ اُس نے کامیابی کو مقصود سمجھ رکھا ہے' رضائے حق کو مقصود نہیں سمجھا۔ اور اگر عمل کو کامیابی پر موقوف نہیں رکھتا مگر کامیابی کو اسلئے پیش نظر رکھتا ہے تاکہ عمل کو اس قابل بنائے ایسا کامل کرے جس پر کامیابی عادۃً مرتب ہوا کرتی ہے تو اسکی نظر بجا اور حق ہے' کیونکہ تکمیل عمل و تکمیل اسباب کامیابی شرعاً مطلوب ہے۔ بندہ کو اپنی طرف سے کوشش ایسی ہی کرنا چاہئے جس پر کامیابی مرتب ہونیکی غالب اُمید ہو مگر مقصود کامیابی کو نہ بنائے بلکہ عمل محض رضائے حق کیلئے ہونا چاہئے۔ وھذا کلہ من علوم سیدی حکیم الامۃ دام ظلہم [illegible]

تو ہمت کر کے ان تمام (خیالات) کو اپنے سے الگ کر۔ ان سے نکل کر تن تنہا اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو۔

اُس شخص کی ہمت کیسی پست ہے جس کو (کامیابی کے) نظر آنے ہی نے کام میں لگا رکھا ہے اور جب وہ (نظروں سے) غائب ہو جائے تو کام چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

بلند ہمت ہیں کس قدر زور آور اور حادثاتِ (زمانہ) کے کانوں میں اُس کا کیسا (زبردست) نغمہ ہے؟ (کہ اہلِ ہمت کے کارناموں سے دنیا آجتک گونج رہی ہے۔ پس نادان نہ بن یا عقل سے کام لے اور ان عقلاء کے راستہ پر چل)

عالمِ غیب و عالمِ شہادت (ظاہر و باطن دونوں) میں ترقیٔ روحانی کے مدارج اُسی نسبت سے بلند ہوتے ہیں جس نسبت سے (کسی کو) نورِ عقل کا حصہ عطا ہوا ہے اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ ہے (وہ جس کو چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔

آنکھوں والے اور بصیرتوں والے اُن چیزوں کے متعلق حیرت میں ہیں جو ان پردوں کے پیچھے (چھپی ہوئی) ہیں، اور یہ حیرت (سراپا) عجز (و بیچارگی) ہے، جو ہر عاقل کو ایمان لانے (مان لینے) اور سلامتی کے راستہ پر

ع۱ حضرت سیدی حکیم الامۃ دام مجدہم کے مواعظ و ملفوظات و جوابات تربیت اس تعلیم سے لبریز ہیں، بار بار فرماتے ہیں کہ بندہ عمل کا مکلف ہے وصول اور کامیابی کا مکلف نہیں کیونکہ یہ اس کے اختیار ہی میں نہیں پس بندہ کو صرف عمل کا اہتمام کرنا اُسکی تکمیل کی کوشش کرنا چاہیے، عادۃ اللہ یہ ہے کہ صاحب مجاہدہ مشاہدہ سے کامیاب ہی ہو جاتا ہے اور جو شخص عمل کیوقت ثمرہ پر نظر رکھیگا، اُس سے کام ہی نہوگا اسلئے ناکام رہیگا۔ پس کامیابی پر نظر کرنے سے اسلئے نہیں روکا جاتا کہ وہ مطلوب نہیں بلکہ اسلئے روکا جاتا ہے کہ اس سے عمل میں کوتاہی ہوتی ہے" قاعدہ یہ ہے کہ کام پوری طرح وہی کرتا ہے جو کام کو مقصود سمجھے اور کام کے وقت اُسکے سوا کسی چیز پر نظر نہ کرے ۱۲۔ ظا

ع۲ اہل ہمت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کام کے وقت عمل کی تکمیل کا اہتمام کرتے ہیں۔ کامیابی اور ناکامی کو نہیں سوچتے، اسی لیے حضرات سلف نے وہ کارنامے کیے، وہ مقامات طے کیے جن کے تذکروں سے دنیا ہمیشہ گونجتی رہیگی، اگر وہ ہماری طرح کامیابی نظر آنے پر عمل کو موقوف رکھتے تو کچھ بھی نہ کر سکتے ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما ظا

جمارہنے کا حکم دیتی ہے (پس توفیق کا انکار کرو اور نہ اُسکی حقیقت دریافت کرنیکے درپے ہو کیونکہ اس کا تعلق ذات وصفات الٰہیہ سے ہے جہاں عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی) (وما قدروا اللہ حق قدرہ - اور (اُن) لوگوں نے اللہ کی پوری قدر نہیں جانی (جو ذات وصفات کے مسائل کو اپنی مادی عقل سے حل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اُن کے سمجھنے کی صورت صرف ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے روحانی روشنی حاصل کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا راستہ صرف یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو سمجھا جائے)۔

یہ کتاب اللہ (قرآن کریم) مضبوط حجت اور دائمی معجزہ ہے ف جس میں تمام حکمتیں بھری

ف توفیق اور تقدیر ایسی بدیہی اور کھلی ہوئی چیز ہے جس کا انکار واقعات عالم پر نظر ڈالنے والا کبھی نہیں کر سکتا - تم دیکھو گے کہ بہت سے ایسے آدمی جنکو دنیا میں حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا اور کسی قابل نہ سمجھا جاتا تھا - بڑے بڑے شرفا سے بازی لے گئے - اسلام میں حضرت بلال حبشی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی ہستی کو دیکھ لو دونوں غلام تھے اور انکے آقا مکہ کے شرفا اور سرداروں میں سے تھے مگر آقا دولت ایمان سے محروم رہے غلام مالامال ہو گئے' یہ توفیق نہیں تو اور کیا چیز تھی' اسلام میں ایک زمانہ ایسا آیا کہ موالی (یعنی غلاموں کی اولاد) قرآن وحدیث وفقہ میں آزادوں سے سبقت لے گئے' اسلاطین وخلفائے اسلام اُنکے سامنے گردن جھکانے لگے' یہ تو دین کی توفیق کا ایک منظر تھا' اب تم دنیوی توفیق کو دیکھو تو اس میں بھی تمہاری عقل حیران ہو جائیگی جس وقت تاتاری خلافت بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے تھے اور خلفاء عباسیہ کا خاندان باوجود شاہی دماغ رکھنے کے ان قزاقوں سے عہدہ برآ نہو سکا تھا عین اُسی وقت ہندوستان اور مصر میں غلاموں کا خاندان بر سر حکومت تھا' توفیق اُنکے ساتھ تھی تو شمس الدین التمش اور غیاث الدین بلبن نے چنگیزیوں کو ایسا ذلیل کیا کہ سات دفعہ ہندوستان پر حملہ کر کے آئے اور مُنہ کی کھا کر لوٹے' تو مجبور ہو کر ان غلاموں کے سامنے دست صلح دراز کرنیکے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا' اُدھر غلامیہ خاندان مصر نے چنگیزیوں کو مصر سے ہٹا کر ملک شام میں جا گھیرا اور اس بُری طرح مارا اور ذلیل کیا کہ فتح بغداد کی ساری خوشی کے ولولے دماغ سے نکل گئے اور چھٹی کا دودھ یاد آ گیا - دور کیوں جاؤ - تم اس وقت بھی دنیا کے بڑے بڑے سلاطین کو دیکھ لو کہ مصطفےٰ کمال پاشا' نادر خان' رضا شاہ پہلوی' اور ہٹلر جرمنی اور صدر جمہوریہ روس کون لوگ ہیں - تمکو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کوئی سائیس تھا' کوئی معمولی سپاہی' اور کوئی معمولی ماسٹر تھا - جو توفیق کیساتھ ہونے سے آج سلطنت کی باگ کا مالک بنا بیٹھا ہے اور سلاطین کا خاندان ذلت کی خاک چھانتا پھرتا ہے' جو لوگ توفیق اور تقدیر کو دلائل فلسفہ سے سمجھنا چاہتے ہیں یہ اُنکی نادانی ہے' اُنکو واقعات عالم سے اسکو سمجھنا چاہئے' اور اگر انشراح واطمینان قلب کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں تو قرآن کا مطالعہ کرنا چاہئے' قرآن کو سمجھ کر بار بار پڑھنے سے اس مسئلہ پر دل کو ایسا یقین اور اطمینان ہو جاتا ہے کہ وسوسہ اور شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی' قرآن کا بیان ایسا سادہ اور سیدھا ہے کہ فطرۃ سلیمہ اُسکو بہت جلد قبول کر لیتی ہے ۱۲ - ظ -

ہوئی ہیں، پوشیدہ بھی، ظاہر بھی، کلی بھی، جزئی بھی، (چھوٹی بھی، بڑی بھی) کسی پہچاننے والے نے ان کو پہچان لیا، تو اُس کو اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں (قدرت کی) نظر آنے لگیں۔ ایسی عظیم الشان حقیقت کی بنا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ، تم لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن سیکھ لیا اور (دوسروں کو) سکھلایا، کھلی کھلی نشانیاں، جامع (اور پر مغز) کلمات خدائی اسرار ربانی علوم، اس سچی کتاب اور کلام قدیم کے دفتر میں لپیٹے ہوئے ہیں بیشک اسمیں عقلمندوں کیلئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں،

اس میں اللہ کے جمال وکمال کے لشکر گھوم رہے، اللہ کے (علوم واسرار کے) سمندر موجیں مار رہے، اللہ کی رحمتوں کے بادل برس رہے، اور اللہ (کے جلال و عظمت) کی تلواریں کام کر رہی ہیں۔

الٓمّٓ ۚ ذالك الکتاب لاریب فیہ ۛ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون ۵ والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالاخرۃ ھم یوقنون ۵ اولئك علی ھدی من ربھم واولئك ھم المفلحون ۵ یہ کتاب (الٰہی) ہے اسمیں کوئی شبہ نہیں، محتاط انسانوں پر (فلاح وسعادت کی) راہ کھولنے والی ہے (محتاط انسان وہ ہیں) جو غیب (کی حقیقتوں) پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور ہمنے جو کچھ روزی انہیں دی ہے اُسے (نیکی کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، نیز وہ لوگ جو اُس سچائی پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر (اے پیغمبر اسلام!) نازل ہوئی ہے اور اُن تمام (سچائیوں) پر بھی جو تم سے پہلے نازل ہو چکی ہیں، اور (ساتھ ہی) آخرت (کی زندگی) پر بھی اُن کو یقین ہے (تو یقیناً) یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے (ٹھیرائے ہوئے) راستہ پر ہیں، اور یہی ہیں جو دنیا و آخرت میں) کامیاب ہیں (غرض سن!) تو قدرت کا نمونہ، علم کی کیفیت، حکمت کی شان، حکم کی سلطنت کو اس قرآن کریم سے معلوم کر، جس کے پاس بھی باطل نہیں پھٹک سکتا نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے (قرآن کی ہر بات مضبوط ومستحکم ہے، مگر اس کا سمجھنا

اُنہی لوگوں کا کام ہے۔ جو نفسانیت (عناد اور ہٹ دھرمی) سے پاک ہو چکے ہیں) قرآن (کا سمجھنا) اُن لوگوں پر گراں ہے جو طبیعت (حیوانیہ) کی قید میں گرفتار، خواہش (نفسانی) سے مغلوب اور اپنے نفس کے غلام بن کر اس وہم میں پڑے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے ہم جنسوں سے بلند (وبالا) ہیں۔"

(عزیز من!) شیطان کے دھوکہ سے بچتا رہ! وہ تجھکو (تکبر و نفسانیت میں مبتلا کرکے) بھسلانا اور اس وہم میں ڈالنا چاہتا ہے کہ تو دوسروں سے بڑھکر ہے" اللہ اللہ آدمیوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈر! (کسی کو اپنے سے کمتر نہ جان کیا تو نہیں دیکھتا تیرے پروردگار (اللہ) سبحانہ نے سب سے بزرگ و بالاتر ہستی (سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ ارشاد فرمایا ہے قل انما انا بشر مثلکم فرما دیجئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں اسکے بعد آپکے لئے (بزرگی اور) بلندی کا پرچم وحی الٰہی کی سلطنت (و شوکت) سے قائم کیا گیا (کہ مجھ میں اور دوسروں میں اتنا فرق ہے کہ مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے دوسروں پر نہیں آتی) وحی آپ پر ختم ہو چکی آپکے بعد بند ہو چکی (آپکی وحی جملہ انبیاء کی وحی سے افضل، آپ کا درجہ سب سے بلند یہ سب کچھ ہے) مگر ہم سب میں مثلیت (اور جنسیت اب بھی) موجود، اور ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہے اور (اُسوقت تک رہیگی) جبتک (دنیا میں) آدمی موجود ہیں (کبھی) منقطع اور ختم نہ ہوگی۔

---

لہ وحی الٰہی نے آپ کے اندر وہ جمال و کمال پیدا کر دیا کہ اب دوسرونکو آپ سے کوئی نسبت ہی نظر نہیں آتی۔ آپ بشر تو ہیں۔ مگر دوسروں جیسے بشر نہیں بلکہ آپ کی مثال آدمیوں میں ایسی ہی ہے جیسے پتھروں میں ہیرا اور یاقوت جنکو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ بھی پتھر کی قسم سے ہیں بشر لا کالبشر۔ بل کالیاقوت فی الحجر۔ ؎ آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔ وللہ در حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فما اصدقہ وابلغہ حیث قال ؎ فاحسن منک لم تر قط عینی۔ واجمل منک لم تلد النساء + خلقت مبرأ من کل عیب + کانک قد خلقت کما تشاء ۱۲ منہ

لہ اسی مضمون کو حضرت حامی سنت، ماحی بدعت، مجاہد اعظم مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی قدس اللہ سرہ نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں بیان فرمایا تھا جپر اہل بدعت چراغ پا ہو گئے اور مولانا موصوف کی تکفیر کرنے لگے کیا یہ لوگ حضرت غوث الاعظم مولانا سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ پر بھی اعتراض کی جرأت کرینگے؟ کہ وہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام آدمیوں کا ہم جنس اور مثل بتلا رہے ہیں اگر نہیں تو حضرت مولانا شہید ہی پر ساری مشق ستم کیوں ہے؟ حضرات اہل حق سب وہی کہتے ہیں جو مولانا شہید نے لکھا (بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۶ پر)

دیکھ ! اللہ نے جس صورت میں چاہا تجکو بنایا اور جب چاہا دوسرونکو بنا دیا، تیرا اس میں کچھ اختیار نہیں)

اپنے جسم کی بناوٹ سے عورت ہونیکا گلہ نہ کر
اور اپنے اعضاء کی حفاظت کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) مگر اہل بدعت مولانا شہید اور انکی جماعت ہی کے درپے کیوں ہیں؟ اسکی وجہ سوائے اسکے کچھ نہیں کہ مولانا شہید اور انکی جماعت مسلمانونکو سچی توحید اور خالص طریقۂ نبویہ پر چلانا چاہتے ہیں، اور اہل بدعت اپنی حلوے مانڈے کی خاطر مسلمانونکو قبر پرستی، پیر پرستی، نذر و نیاز اور فاتحہ اور قل میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں، چنانچہ تم دیکھو گے کہ یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے یا رسول اللہ، یا غوث، یا شیخ عبدالقادر، یا شیخ علی صابر، یا خواجہ اجمیری پکارتے ہیں اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں، ان لوگوں نے پیرونکی قدرت اور طاقت عوام کے دلوں میں ایسی بٹھلا دی ہے کہ اب لوگ اللہ کو چھوڑ کر پیروں ہی سے مدد، نصرت، رزق اور اولاد مانگنے لگے اگر کوئی اللہ کا بندہ ان شرکیات سے مسلمانوں کو روکنا چاہتا ہے تو اہل بدعت یہ کہکر اسکو عوام میں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ وہابی ہے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی ایسی باتیں کہتا ہے، حالانکہ یہ سب باتیں ان پیٹ کے بندونکی اختراع انکی ایجاد اور سراسر بہتان ہوتی ہیں اُس غریب کے فرشتونکو بھی اُن کی خبر نہیں، نہ اُسکے وہم میں کبھی وہ مطلب آیا جو یہ لوگ عوام کے سامنے اُسکی عبارات سے بیان کرتے ہیں، اہل بدعت نے مسلمانوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے رکھنے کیلئے طرح طرح کی ایجادیں کی ہیں منجملہ اُنکے مولود بھی ہے جس سے اُن کا مقصد صرف یہ ہے کہ عوام کے سامنے محبت رسول کا دعویٰ ظاہر کرنے کا ایک بہانہ مل جائے کہ ہم ایسے عاشق رسول ہیں کہ ہر سال ایسی شان اور دھوم سے میلاد کرتے ہیں اور یہ کام ایسا ہے جسکو عوام جلدی قبول کر لیں گے کیونکہ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وضع و شکل اسلامی بنانا، حرام کام نہ کرنا، نگاہ اور زبان کی حفاظت گناہوں سے کرنا یہ تو مشکل کام ہیں جن سے عوام گھبراتے ہیں اور لڑکوں یا قوالوں سے مولود کی نظمیں سننا، فرش و قالین سے مکان آراستہ کرنا۔ دھوم دھام سے روشنی کرنا، مردوں عورتوں کا خلط ملط ہونا، پھر سب سے بڑھکر یہ کہ بعد میں مٹھائی سے منہ میٹھا کرنا اسمیں نفس کو کیا دشوار ہے یہ تو اسکی منہ مانگی مرادیں ہیں، عوام اس سے ہرگز وحشت نہ کرینگے اسلئے انہوں نے میلاد کی مجلس میں وہ سارے سامان جمع کر دیے جو عوام کی دلچسپی کا سبب ہو سکتے تھے اور بیان کیلئے صرف حضور کی ولادت کا ذکر منتخب کر لیا ہے کیونکہ اسمیں کسی کام کا حکم ہے نہ کسی گناہ سے بچنے کی تاکید ہے جو نفس پر گراں ہو یہ بھی مذاق عام کے بالکل موافق ہے، اب اگر کسی متبع سنت نے کہدیا کہ اللہ کے بندو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تو ایسی غذائے روح ہے جو سال میں ہمیشہ ہر مہینے ہر ہفتہ بلکہ ہر وقت ہونا چاہیے تم اسکو ان قیود کیساتھ مقید کر کے عوام کو ذکر رسول سے محروم کیوں کرنا چاہتے ہو کہ اب اگر کوئی غریب دل سے حضور کے ذکر کا ارادہ کرے تو وہ کر ہی نہیں سکتا جب تک پہلے یہ سامان پہلے کر لے اسکے بعد نام لے سکیگا، ان قیود کو نیز مہینے اور دن کی پابندی کو حذف کرو اور ذکر کیلئے صرف ولادت نبویہ ہی کے ذکر کو خاص نہ کرو بلکہ حضور کے عادات و اخلاق، آپکی تعلیم و احکام کا ذکر بھی ضروری سمجھو کیونکہ آپکی ولادت کی غایت اور اصل مقصود تو آپکی تعلیمات اور تبلیغات ہی ہیں تو اس وقت اہل بدعت شور کرنا شروع کر دیں گے کہ یہ وہابی ہے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں یہ ذکر رسول اور میلاد نبی سے منع کرتا ہے، حالانکہ اُس غریب کا مقصود صرف یہ تھا کہ ذکر رسول کی کثرت کرنا چاہیے قیود بڑھا کر اُسکو کم نہ کرنا چاہیے اور ولادت کے ذکر کیساتھ غایت ولادت کو بھی ذکر کرنا چاہیے مگر اس مقصود کو اُن کی بلا سمجھے انکو تو مسلمانوں کو جاہل رکھنا اور مولود خوانی کی جرمت لینا منظور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عوام صرف ذکر ولادت میں پڑے رہیں بھول کر بھی احکام نبویہ کی طرف رُخ نہ کریں، اللہ تعالیٰ مسلمانونکو ان رہزنوں سے نجات دے اور توفیق دے کہ وہ اپنے خیر خواہ اور بد خواہ کو پہچانیں، آمین! اور اگر عوام ان حامیان میلاد سے ذکر میلاد خوب سنا کریں مگر کسی کو نذرانہ اور مٹھائی وغیرہ نہ دیا کریں تو وہ خود ہی کہدینگے کہ یہ بدعت ہے اسکی کوئی ضرورت نہیں، یہ سارا دعویٰ محبت اسوقت تک ہے جبتک مولود خوانی اور فاتحہ خوانی پر انکی جیبیں گرم ہو رہی ہیں ۱۲ ـ ظ

تجھے ادب اور عبرت کا سبق اپنی ترکیب (اور جسم کی بناوٹ) ہی سے لینا چاہئے کہ اللہ نے تجھے بھی دوسروں کی طرح اُن اجزار کثیرہ سے بنایا ہے جو (پہلے) الگ الگ تھے پھر جوڑ دیے گئے۔ یہانتک کہ اس حالت میں پہنچا دیا جس میں تو اس وقت ہے (جب یہ سب کچھ تیرے اختیار سے نہیں ہوا تو دوسروں پر تکبر کس لئے ؟ تجھے اپنے رب کا شکر بجالانا اور اُس کی نافرمانی سے بچنا چاہئے) پس اپنے (بدن کے) اعضا کو اپنے (ارادہ و) اختیار کی خباثت (اور نجاست) سے بچاتا رہ ! (یعنی) اپنے کانوں کو جھوٹ بہتان، اور گندی باتوں کے سُننے کا راستہ نہ دے، اپنی نگاہ ایسی چیزوں کی طرف نہ اُٹھا جن کا دیکھنا (تیرے لئے) حلال نہیں، اور نہ تیری آنکھیں (دنیا کی) فانی چیزوں کے حسن پر مائل ہونے پائیں جس سے تیری طبیعت میں کسی سے حسد (پیدا) ہو جائے کسی کو بہت مالدار سمجھنے لگے اکسی کی عظمت سے دبنے لگے۔

اپنے پیروں کو ایسے کاموں کیلئے حرکت نہ دے ! جن سے تیرا رب راضی نہیں۔

اپنی زبان کو بھلائی کے سوا کسی بات کیلئے نہ چلا ! اپنا ہاتھ اُن کاموں میں بھی جو اللہ کی مرضی کے موافق ہیں اپنے خالق کے سوا کسی کے آگے نہ پھیلا ! اپنے پیٹ

ف: جو کام اللہ کی مرضی کے موافق ہیں اُن کیلئے بھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا

؎ حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کا بعینہٖ یہی مذاق ہے، حضرت اُن کاموں کیلئے بھی جو دین کے کام کہلاتے ہیں در بدر چندہ کیلئے پھرنے کو اپنے متعلقین کیلئے گوارا نہیں فرماتے، وعظ و تقریر یا تحریر سے ترغیب عام کا مضائقہ نہیں کہ سنت انبیاء یہی ہے اور اس کا نام ہاتھ پھیلانا نہیں مگر لوگوں کے گھروں پر جاکر ترغیب خاص کرنا حضرت کو ناپسند ہے کہ ہاتھ پھیلانا اسی کا نام ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ تم کام شروع کردو، اور کام کا اعلان کردو، عمل میں خود قوت جاذبہ ہے ! جب تم کام کروگے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل میں تمہاری طرف کشش پیدا فرما دینگے، پھر جتنا سامان ہوتا جائے، کام بڑھاتے جاؤ۔ اتنا کام نہ بڑھاؤ جس سے پریشانی کا سامنا ہو۔ انشاء اللہ خلوص کیساتھ کام کروگے تو آہستہ آہستہ اعلیٰ پیمانہ پر پہنچ جائیگا"۔ باقی در بدر چندہ کیلئے پھرنا علماء کو مناسب نہیں کہ اس سے لوگوں کو علماء کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے لگتی ہے کہ اُنہوں نے یہ مدرسے یا انجمنیں اپنی اپنی آمدنی کیلئے کھول رکھے ہیں" پھر علم دین کی عظمت بھی اُن کے دل میں نہیں رہتی، وہ یہ کہنے لگتے ہیں کہ علم دین پڑھ کر ہماری اولاد بھی ان کی طرح در بدر چندہ کرتی پھرے گی اس میں بیشک۔ نہیں کہ قومی کام بدون چندہ کے نہیں چل سکتے۔ لیڈروں کو بھی چندہ کرنا پڑتا ہے اور لوگ اُن کو چندہ دیتے ہیں جبھی کچھ کام وہ کرسکتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ لیڈروں سے کسی وقت۔ (بقیہ دیکھو صفحہ ۳۸)

اپنی کمر اپنے ستر کو اُن تمام کاموں سے بچا! جو سوال اور رسوائی کے گڑھے میں ڈالنے والے ہیں۔

مسلمان کو ہر حال میں اللہ سے راضی رہنا چاہئے

راحت اور تکلیف (ہر حال) میں اللہ کا شکر کرتا رہ! تنگی اور فراخی (ہر صورت) میں اللہ کو یاد رکھ! مرض اور صحت (ہر موقعہ) میں اللہ کی ساتھ رہ! بیماری اور تندرستی میں اللہ کے دروازہ پر پڑا رہ! کسی قسم کی بیماری اور کمزوری تجھے اللہ سبحانہ کے دروازہ پر جما رہنے سے نہ ہٹا لے پائے" کیونکہ مسلمان کی تو شان ہی یہ ہے کہ اُس پر مختلف حالات وارد ہوتے رہتے ہیں چنانچہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی مثال کھیت کی ہری شاخ جیسی ہے کہ اُس پر ہوا زور سے چلی تو جھک گئی پھر سیدھی ہو گئی تو کسی اور آفت سے جھک گئی اور کافر کی مثال درخت صنوبر جیسی ہے کہ مضبوط بنا ہوا سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اللہ چاہتا ہے (ایکدم) جڑ سے اُکھاڑ دیتا ہے پس تجکو ایسی صفت سے خوش ہونا چاہئے تو تیرے مومن ہونیکا پتہ دیتی ہے اور اپنے رب سے اُن حالات سے جو اللہ کی طرف سے آئیں ایمان اور محبت کیساتھ راضی رہنا چاہئے

جو شخص ناراض ہی رہا کرے اسکو کوئی دوست نہیں بناتا

تو تمام حالات میں اللہ سے راضی رہ! کیونکہ عاقل کی رضامندی ہر حالت میں ناراضی پر غالب ہوتی ہے اور بیوقوف کی ناراضی ہمیشہ رضامندی پر غالب ہوا کرتی ہے اور ایسے ہی (یہ بھی سمجھ لے کہ) جو دوست ناراض اور ناخوش ہی رہا کرے اُسکو کوئی اپنا ساتھ نہیں رکھتا' اور جو دوست ہمیشہ راضی رہے' (دوستوں کے معاملات کو) برداشت کرتا ہے اُس کو کوئی اپنے سے جدا نہیں کرتا"

اور نفس کو تو اُسی حالت میں مزا آتا ہے' جس سے آرام ملے۔ بیفکری ہو حواس بجا ہیں خواہ کیسی ہی حالت ہو۔ اور جس حالت سے ناگواری پیدا ہو پراگندہ ہو جائیں

(حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۷) قوم کو بدگمانی ہو تو اس کا اثر عام نہیں ہوتا شخص واحد کی ذات تک محدود رہتا ہے اور علماء میں سے کسی پر بدگمانی ہوتی ہے تو لوگ سبکو ویسا ہی سمجھنے لگتے ہیں پھر لیڈروں کی ذلت سے دین اور علم دین وابستہ نہیں اگر قوم سب لیڈروں سے بدگمان ہو جائے تو اس سے دین اور علم دین کو ضرر نہ پہنچیگا۔ لیکن علماء دین سے بدگمانی ہو جائے تو مسلمانوں کے دین کو ضرر پہنچیگا وہ اپنے بچوں کو شوق کے ساتھ علم دین کی تعلیم نہ دیں گے نہ علماء سے رجوع کرینگے نہ اُن کا اثر قبول کرینگے۔ اس لیئے علماء کو چند کام ہی کرنا چاہئے بلکہ استغفار اور توکل کے ساتھ کام کرنا چاہئے ۱۲ ظ ع ۳ اس سے معلوم ہوا کہ مومن دنیا میں ایک حال پر نہیں رہتا کبھی مصائب سے جھک جاتا ہے کبھی سنبھل جاتا ہے اُسکو دنیا میں ہمیشہ راحت ہی نہیں ملتی بلکہ تکالیف کا سامنا بھی ہوتا ہے اور کافر دنیا میں زیادہ تر ایک حالت پر رہتا ہے پھر مصیبت ایکدم سے آتی ہے اسی لئے وہ مصیبت سے بہت زیادہ پریشان ہو جاتا ہے چنانچہ خودکشی کرنے والے اکثر کفار ہی ہوتے ہیں ۱۲ ظا

پریشانی کے حوض میں اُترنا پڑے، حواس باختہ ہو جائیں، وہ اُسکو ہمیشہ ناگوار ہوتی ہے
(پس عادتِ نفس کا غلام نہ بن! عقل سے کام لے)

آدمیوں سے میل جول کرنے کیلئے صبر کے پیروں پر کھڑا ہو! کیونکہ بدن میں سر ایک ہی ہوتا ہے، ایسی رائے نہ قائم کرنا کہ بدن کے ہر عضو کو سر ہی سمجھنے لگے، جو شخص پیدائشی طور پر سر بننے کے قابل نہیں اُس سے کہدے کہ تو سر بننے کی کوشش نہ کر (بلکہ) دم ہی بنا رہ! کیونکہ مار سب سے پہلے سر ہی پر پڑتی ہے (سر بننا مصیبت مول لینا ہے) ہر طرف کے اعتراضوں کی بوچھار اسی پر ہوتی ہے۔ گمنام آدمی پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔

اور جو شخص سستی کی وجہ سے اپنی پیدائشی قابلیت سے نیچے رہ گیا ہو اُس کی ہمت کو (مثلاً خدا نے اُس کو ہاتھ نہ بنایا تھا۔ وہ پیر ہی بنا رہا، یا پیر بنایا تھا اور وہ پیر بن کر چھپ گیا) اس کو ہمت دلا کر آگے بڑھاؤ، یہاں تک کہ اُس درجہ پر پہنچ جائے جس کے قابل خدا نے اُس کو بنایا ہے)

علم یا عمل کی وجہ سے اپنے کو دوسروں سے اچھا نہ سمجھ! کیونکہ اسمیں خالق (جل وعلا) کے مقابلہ میں جرأت (وبیباکی) ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت میں کوئی بھی اپنے عمل سے نہ جائے گا (صحابہ میں سے) کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور آپ بھی نہیں، فرمایا

---

عہ آدمی سب برابر نہیں، سو میں ایک عاقل ہوتا ہے! اس لئے سب سے یہ اُمید نہ رکھو کہ تمہاری ساتھ عقل کے موافق برتاؤ کرینگے، پس پہلے ہی سے لوگوں کی بے عقلی پر صبر کرنے کیلئے آمادہ ہو جاؤ۔ الناس کابل مائۃ لا تجد فیہا راحلۃ ۱۲ ظ

عہ اس میں مشائخ طریقت کو تنبیہ ہے کہ ہر شخص کو مقتدائے خلق نہ بنائیں، جس میں جوہر قابل نظر آئے اُس کو آگے بڑھائیں، خلافت سے نوازیں، اور جس میں اس کی صلاحیت نہو اُس کو گمنام رہنے کی تاکید کریں۔ ۱۲ ظ

عہ۔ کیونکہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں کوئی دوسرا کوئی شریک ہونا چاہیگا تو اللہ تعالیٰ اُسکی گردن توڑ دینگے ففی الحدیث الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیہما قصمتہ، او کما قال ۱۲ ظ

عہ کیونکہ شانِ خداوندی کے لائق کون عمل کر سکتا ہے؟ ع
بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ✤ عذر بدرگاہ خدا آورد ✤ ورنہ سزاوار خداوندیش ✤ کس نتواند کہ بجا آورد ۱۲ ظ

ہاں میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ مجھے (اپنے) فضل و رحمت سے ڈھانپ لے (تو اُس کے فضل و کرم سے جنت میں جاؤنگا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پس سیدھے چلتے رہو، قریب قریب چلتے رہو (نیک کام کرتے رہو مگر اپنے عمل پر ناز نہ کرو) اور کوئی شخص (دنیا کے مصائب سے گھبرا کر) موت کی تمنا ہرگز نہ کرے کیونکہ اگر وہ اچھے کام کر رہا ہے تو (زندگی بڑھنے کی صورت میں) اُمید ہے کہ اور زیادہ نیک کام کرے گا۔ اور بُرے کام کر رہا ہے تو اُمید ہے کہ وہ (کسی وقت) اللہ تعالیٰ کو منالے گا (اپنے سے راضی کرے گا) اور عتبی جس کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا (اور اُس کا ترجمہ منانا کیا گیا ہے اُس کی حقیقت) یہ ہے کہ بندہ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے اُسکی رضا طلب کرے، اور اللہ تعالیٰ سب کریموں سے زیادہ کریم ہیں (وہ اپنے منانے والے سے فوراً راضی ہو جاتے ہیں)

موت کی تمنا ہرگز نہ کرو

عزیز صالح! تجکو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا بہت ادب کرنا چاہیے، اپنے والدین ماں باپ کے ساتھ مہربانی اور ہمدردی کا برتاؤ کر، قرابت داروں کی ساتھ صلہ رحمی کر۔ پڑوسیوں سے محبت اور شفقت کر، سب مسلمانوں پر بہت زیادہ مہربان ہو جا! اُن کیساتھ اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق (کریمانہ) سے (آراستہ ہو کر معاملہ کر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی شان یہ ہے کہ آپ) مؤمنوں (کی منفعت) پر بہت حریص اور اُن کے اوپر بہت زیادہ مہربان بہت ہی رحمت والے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کی جان سے

[illegible]

ـــہ پس دنیا کے قصوں جھگڑوں سے گھبراؤ نہیں، تم ایسی حالت میں اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اس کا انتظار نہ کرو کہ یہ جھگڑے ختم ہوں تو اللہ کی طرف متوجہ ہوں اللہ سے دور در ہکر دنیا کے بکھیڑے ہرگز ختم نہوں گے بلکہ اور زیادہ چپٹیں گے ـــہ ایچ کنجے بے دو بے دام نیست ✤ جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونیکا آسان طریقہ یہ ہے کہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرو اُنکی صحبت اختیار کرو یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصٰدقین ۵ وھذا کلہ من علوم سیدی حکیم الامۃ دام مجدہ ۱۲ ظ ـــہ دگر چشم آرد کہ دارزشت ✤ جو باز آمدی ماجرا در نوشت ۱۲ ظ

ـــہ یہ آداب معاشرت کی تعلیم ہے جسکو علماء و مشائخ سب ہی نے علماً و عملاً و تعلیماً آجکل ترک کر دیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم کو کہ اس زمانہ میں اس علم کو زندہ کر کے احیاء سنت کا حق ادا فرمایا۔ فللہ درہ من مجدد ۱۲ ظ

غلاموں کیساتھ شفقت اولاد کی طرح کرنا چاہیے

زیادہ اُن سے قریب ہیں لحریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم ۵ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم۔

اگر اللہ کا قانون تیرے گھر والوں میں ایسے شخص کو داخل کردے جو قرابت کی بنا پر) اُن میں سے نہیں (یعنی کوئی غلام تیری ملک میں آجائے) تو اُس پر ایسا ہی رحم کر جیسا اپنی اولاد پر کرتا ہے، اپنے معلم (اپنے رسول) کے برتاؤ پر عمل کرتے ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں بھلائی کی جڑ جمائی ہے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم (اور آپ کا برتاؤ غلاموں کے ساتھ وہ تھا جو حدیثوں میں آیا ہے چنانچہ) حضرت اُسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما جو حضور کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کے صاحبزادے ہیں) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے (گود میں) لیتے اور ایک ران پر بٹھلاتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی گود میں لیتے اور ان کو) دوسری ران پر بٹھلاتے پھر دونوں کو اپنے سینہ سے چمٹا لیتے اور (یوں دعا) فرماتے اے اللہ ان دونوں (کے حال) پر رحم فرما کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کھاتا ہوں"۔

ہمسایہ اور اولیاء اللہ کے حقوق

اپنے ہمسایہ کیساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ رسول مصطفےٰ علیہ وعلیٰ آلہ اکمل صلوات اللہ واجل تسلیماتہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ جبرئیل (علیہ السلام) مجھے بار بار پڑوسی کے متعلق (حسن سلوک کی) وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوگیا کہ اُسکو وارث بنا کر چھوڑینگے"۔

اللہ کے ولی کا حق پہچان! اُن امور میں جو اللہ و رسول کے حق سے زیادہ ہیں، (یعنی امور مباحہ میں) اپنے (اعتراض و انکار) کو اُس سے روک لے۔[ف]

ف اس سے معلوم ہوا کہ فرائض و واجبات میں اگر ولی سے اتفاقاً کوتاہی ہو جائے تو انکار و اعتراض جائز ہے مگر جس کی ولایت کا علم ہو چکا ہو اس صورت میں بھی ادب کیساتھ اعتراض کرنا چاہئے اگر وہ واقعی ولی ہے تو آیندہ فرائض میں کوتاہی نکریگا اور اگر بار بار کوتاہی کرے تو وہ ولی نہیں ہوسکتا اور جو شخص فرائض و واجبات میں کوتاہی نہ کرتا ہو اُس پر مباحات میں انکار و اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ مثلاً کوئی عمدہ کھانے کھاتا اور عمدہ لباس پہنتا ہو تو اس سے اُسکی ولایت کا انکار نہ کرنا چاہئے کیونکہ اگر وہ مباحات میں حظ نفس کیلئے مشغول ہوتا تو اس کا اثر فرائض تک ضرور پہنچتا ۱۲۔ ف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے ولی سے عداوت رکھے میں اُس کو (اپنی طرف سے) اعلانِ جنگ دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی ایسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو اُن چیزوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو جن کو میں نے اُس پر فرض کیا ہے، اور میرا بندہ (فرائض کے بعد) نوافل کے ذریعہ برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اُس کا کان بنجاتا ہوں جس سے سنتا ہے اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اُس کا ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے اُس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے (یعنی اُس کا ہر کام میری مرضی کے موافق ہوتا ہے، اور میں اُسکے ہر عضو کو اپنی مخالفت سے محفوظ رکھتا ہوں) اب اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو ضرور پورا کرونگا، اگر میری پناہ مانگے تو میں اُس کو ضرور پناہ دوں گا اور مجھے کسی کام میں جس کو میں کرنا چاہوں ذرا تردد نہیں ہوتا جیسا مؤمن کی جان (لینے) کے متعلق تردد ہوتا ہے، وہ موت سے (طبعًا) کراہت کرتا ہے اور میں (اپنے پاس بلانا) چاہتا ہوں مگر اُس کو تکلیف پہنچانا گوارا نہیں کرتا (حدیث ختم ہوئی)

تم اُس حدیث قدسی[ف] سے ولی کی پہچان معلوم کرلو، (اور پہچاننے[ف] کے بعد) اُسکا حق ادا کرو، نہ اُس کے مرتبہ سے گراؤ، نہ درجہ سے بڑھاؤ، اُس کے ذریعہ سے نیکی (اور بھلائی کا راستہ) تلاش کرو، اُس کی پیروی کرو، اور جیسا اُس نے اللہ کی طرف رجوع کیا ہے تم بھی رجوع کرو۔

ولی کی شناخت

---

[ف] حدیث قدسی وہ ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہکر بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے اور ہر چند کہ حضور کی ہر بات اللہ ہی کیطرف سے ہے، لیکن جس بات کی نسبت صاف طور سے اللہ تعالیٰ کی طرف فرمادیں اُس کا درجہ دوسری حدیثوں سے بڑھ جاتا ہے - ۱۲ - ظ

[ف] کہ ولی وہ ہے جس کو فرائض الٰہیہ کا پورا اہتمام ہو، اور نوافل بھی بجالاتا ہو، جس میں ذکر و شکر، تلاوتِ قرآن، درود شریف، استغفار، نفل نماز، نفل روزہ، صدقہ خیرات، سب کچھ شامل ہے، اور اُسکے اعضاء بدن سے حق تعالیٰ کی مرضی کے موافق کام ہوتے ہوں ۱۲ - ظ

صبح کیوقت تلاوت قرآن کی تاکید

صبح کی پو پھٹنے کے وقت تلاوتِ قرآن زیادہ کیا کر، کیونکہ اس وقت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باطنی برکات میں سے ایک خاص برکت (پائی جاتی) ہے اور اللہ تعالیٰ صحابی جلیل (عبد اللہ) ابن رواحہ سے راضی ہوں کہ وہ سب ممدوحوں کے سردار ہمارے نبی امین صلے اللہ علیہ رب العلمین کی مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ | اذا انشق معروف من الفجر ساطع |
| ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا | بہ موقنات ان ما قال واقع |
| یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ | اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع |

(ترجمہ) ہمارے اندر اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں جب صبح کی چمکتی ہوئی پو پھٹتی ہے آپ نے ہمکو ایسی حالت میں ہدایت کی کہ ہم اندھے بن چکے تھے، پس ہمارے دل یقین لائے ہوئے ہیں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ہو کر رہیگا، آپ رات کو بستر سے اپنے پہلو کو الگ رکھتے ہیں جب مشرکین کی خوابگاہیں اُن کے بوجھ سے بوجھل ہوجاتی ہیں۔"

پابندی فرائض وسنن کی تاکید

اور فجر کی سنتیں (ضرور) پڑھا کر۔ کیونکہ حضرت ام المؤمنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نوافل میں سے کسی (نفل) کی اتنی زیادہ پابندی نہیں فرماتے تھے جیسی فجر کی دو رکعتوں کی پابندی فرماتے تھے۔

اللہ کے فرائض پر حرص کر (کہ کوئی فرض چھوٹنے نہ پائے) اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پابندی کرکے آپ کا حق بھی ادا کر۔

اللہ کے واسطے ہر وقت مضبوط بنے رہو

جس کو اللہ نے بڑا بنایا ہے اُس کی عظمت کر، اور اللہ کے بارہ میں مضبوط بنا رہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپکے ساتھ ہیں

عہ حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم اپنے سلسلہ والوں کو تلاوت قرآن اور تصحیح قرآن کی بہت تاکید فرماتے ہیں۔ جو سلوک کی بنیاد ہے، مگر افسوس آجکل عام طور سے وظائف و اوراد کی تو پابندی کی جاتی ہے۔ تلاوت قرآن کی پابندی نہیں کی جاتی۔ لیکن سلف کا یہ طرز نہیں، وہ تلاوت قرآن کے سب سے زیادہ پابند تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کسی ذکر سے خوش نہیں ہوتے۔ ۱۲۰- ظ

وہ کفار کے مقابلہ میں بہت مضبوط اور آپس میں بہت رحمدل ہیں۔ ف

اللہ کے سوا جو چیز بھی سامنے آئے اُس سے ہاتھ جھاڑ کے الگ ہو جا بڑے سیدھے راستہ کی طرف مائل نہو سیدھے راستہ پر چلتا رہ، جس راستہ میں تجھے ایسی گنجلک نظر آئے جس سے (شرعاً) تو آشنا نہیں اُس کو چھوڑ اور وہ راستہ اختیار کر جس کو (شریعت سے) پہچانتا ہے، ہر قول و عمل میں اپنے عظیم الشان سردار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو حکم بنا (حضور ہی کے فیصلہ کی طرف رجوع کر)

جب بات کرے تو اچھی بات کے سوا کچھ نہ کہہ، جب کام کرے تو بجا (اور درست) کام کے سوا کچھ نہ کر، جب صحبت اختیار کرے تو اچھے آدمی کے سوا کسی کے ساتھ نہو اپنی نشست و برخاست میں ہمیشہ پاک صاف رہ، اور ایک کنارہ پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت نکر (کہ عبادت سے مال و اولاد وغیرہ میں برکت نظر آئی تو جما رہا ورنہ چھوڑ کر الگ ہو گیا) اپنے رب کی عبادت (جان و دل سے) کر، اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنا اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کو جو تیری جان سے بھی زیادہ تیرے خیر خواہ ہیں، مشعل راہ بنا اور جب کسی بلا میں گرفتار ہو جائے تو اُمید کے ہاتھ اپنے خالق کے آگے پھیلا (کسی دوسرے سے اُمید نہ رکھ!) اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کر، اور اُس کی رحمت سے

ف اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار پر اصلا رحم نہیں کرتے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو میدان مقابلہ میں آئے اُس کے مقابلہ کیلئے بہت مضبوط نہایت سخت ہیں اور جو مقابلہ میں نہ آئے جیسے عورتیں بچے۔ بوڑھے گوشہ نشین عابد اُن پر مسلمان کبھی تلوار نہیں اُٹھاتے، بلکہ ایسے کافروں پر باوجود اُن کے کفر کے بھی وہ بہت رحمدل ہیں کہ ان کو نرمی کیساتھ گرفتار کر لیتے اور بہت آرام سے رکھتے ہیں، ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا۔ مسلمان اُسی پر تلوار اُٹھاتا ہے جو اُس کے مقابلہ میں آئے کمزور و ناتوان عورتیں بچے وغیرہ جو مقابلہ کی طاقت ہی نہیں رکھتے اُن پر ہاتھ اُٹھانا مذہب اسلام میں سنگین جرم اور عقلاً بہادری کے خلاف ہے، مگر افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ باوجود مسلمانوں کی اسقدر رحمدلی کے اُنکے حریفوں نے قابو یافتہ ہو کر ہمیشہ مسلمان عورتوں اور بچوں اور بیماروں بوڑھوں کو ستایا اور بیدریغ قتل کیا ہے اس پر بھی اُنکو تہذیب و تمدن کا دعویٰ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی اللهم انا ندرءک فی نحورهم ونعوذ بک من شرورهم۱۲ ظ

ف یہی خالص توحید جس کو آجکل مسلمانوں نے بھلا دیا ہے کہ مصیبت کیوقت کوئی یا علی پکارتا ہے کوئی یا حسین کوئی یا غوث اعظم، اللہ ان لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے آمین، ہمارے سلسلہ کے فخر حضرت شیخ وقت قطب الارشاد مولانا گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے خدام سے ایک بار فرمایا کہ اگر راحت چاہتے ہو تو اللہ کے سوا کسی سے توقع نہ رکھو پھر فرمایا کہ مجھ سے بھی توقع نہ رکھو جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ ۱۲ ظ

ناامید نہ ہو کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا فانہ

لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکفرون ۵

فـ — اللہ کی عطاؤں کے منتظر رہو

اللہ کی (طرف سے) مشکل کشائی کا منتظر رہ! (کیونکہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اللہ تعالی کی (طرف سے) مشکلکشائی کے انتظار میں رہنا عبادت ہے، نیز آپ نے فرمایا ہے "آپ پر اللہ تعالی کی طرف سے بہترین صلوٰۃ وسلام نازل ہو کہ ہر آنکھ کے جھپکنے میں اللہ کی (طرف سے) ایک لاکھ (دفعہ) مشکل کشائی جلد جلد (متوجہ) ہوتی ہے، پس ہر گھڑی اللہ کی عطاؤں کا استقبال کرتا رہ!

فـ — جس کی تعظیم کرو اللہ کی وجہ سے کرو، قومیت قبیلہ کی وجہ سے نہ کرو

تمام چیزوں کی عظمت اُن کے ظاہر کرنے والے (پیدا کرنے والے اللہ) سبحانہ کی وجہ سے کر! (کیونکہ) ہر قسم کی مخلوقات میں اللہ تعالے کے مخفی اسرار بہت بڑے بڑے (موجود) ہیں (مگر افسوس) تمام قومیں (صرف) اپنے ہی بزرگوں کی تعظیم سے مانوس اور دوسری قوم کے بزرگوں کی حالت کو دور سے ہی دیکھ لینے کی عادی ہیں، چنانچہ جب وہ دوسری قوم کے بڑے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اگرچہ وہ اُن کے سرداروں سے بڑھے ہوئے بڑی قوت والے، اور زیادہ بہادر ہی کیوں نہ ہوں (پھر بھی) اُن کو نگاہوں سے گرا دیتے اور درجہ سے اُتار دیتے ہیں، تم یہ کہو گے کہ یہ لوگ اُن کے تول سے تو دب جائیں گے مگر اُنکی عادات (و اطوار) کی تحقیر کرینگے، اُن کی کثرت پر تعجب کرینگے، مگر لباس کا مذاق اُڑائیں گے، اور اس کی وجہ سوا اسکے کچھ نہیں کہ انکی نظر (بصیرت) لوگوں کے عادات و اطوار کا احاطہ کرنے اور مقتضیات احوال کی حقیقت دریافت کرنیسے قاصر، اُن کی عادات کی حکمت، اور اُن کے ممالک و ماحول کی کیفیت معلوم کرنے سے عاجز ہے۔

---

ف ہر زمانہ میں اللہ کی رحمت کی ہوائیں گاہ و بگاہ چلتی رہتی ہیں ہوشیار رہو کر اُن کا استقبال کرنا چاہیے، کسی وقت اللہ سے غافل نہ ہونا چاہیے ۵

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ؛ شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ما بین غمضۃ عین و انتباھتھا۔ یغیر اللہ من حال الی حال ۱۲ ط

نیز یہ کہ اُن کے دلوں میں اپنی قوم کے بزرگوں کی حالت، اُن کی شان جمی ہوئی اور نفوس میں وہی اطوار و عادات رچی ہوئی ہیں (اس لئے دوسری قوم کے عادات و اطوار اُن کے دل کو نہیں بھاتے)

یہی صورت عقائد و مذاہب (کے بارہ) میں بھی ہے (کہ قوم اپنے عقیدہ اور اپنے مذاہب سے مانوس، اپنی قوم کے طور و طریق کی عادی، اور دوسروں کے عقائد و اعمال و اطوار سے متنفر ہے گو وہ اُن سے بہتر ہی کیوں نہ ہوں مگر) عاقل حکیم اس بات کو نہیں دیکھتا، نہ وہ ان باتوں کا قائل ہوتا ہے بلکہ وہ حق کی تحقیق کرتا ہے اور (جہاں حق نظر آتا ہے) اُسی پر جم جاتا ہے، (عاقل حکیم) اُسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے جس کو شریعت نے اچھا

[illegible]

---

ف یہی وہ قومیت ہے جسکی زہریلی ہوا آجکل دنیا میں پھیل رہی ہے اور تیزی سے پھیل رہی ہے، جس کو دیکھو جذبۂ قومیت میں ڈوبا ہوا، اور اسی کی پرستش میں لگا ہوا ہے" یہ ہوا یورپ سے چلی اور تمام ممالک میں پھیل گئی ہے مسلمانوں کو ہوش سے کام لینا اور سمجھ لینا چاہئے کہ اس تحریک کا منشا سوائے کچھ نہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد اسلامی باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس قومیت ہی نے ترکی حکومت کو یہ سبق پڑھایا کہ قرآن اور نماز و آذان و خطبہ ترکی زبان میں ہونا چاہئے۔ عربی میں نہ ہونا چاہئے، اسی نے ترکوں کو یہ تعلیم دی کہ ترکی زبان کو عربی الفاظ سے پاک کرنا چاہئے۔ چنانچہ جن لوگوں کے عربی نام تھے اُن کو نام بدلنے کا حکم دیا گیا، اب سوچنا چاہئے کہ اگر اس نشۂ قومیت نے ترکوں کو عرب سے جُدا۔ ہندوستانیوں اور مصریوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا تو وحدت اسلامیہ جس سے اب تک مخالفین اسلام لرزہ براندام تھے باقی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً زائل ہو جائیگی اور دشمنوں کے گھر گھی کے چراغ جلیں گے، یہ جذبۂ قومیت ہی وہ بلا تھی جو مشرکین و یہود و نصاریٰ کو اتباع حق سے روکتی اور گمراہی پر جمے رہنے کی تعلیم دیتی تھی وکذلک ما ارسلنا من قبلک فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون ۵ وقال تعالیٰ فی اھل الکتاب، بئس ما اشتروا بہ انفسھم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیا ان ینزل اللہ من فضلہ علی من یشاء من عبادہ فباءو بغضب علی غضب وللکفرین عذاب مھین ۱۲

ف غضب ہے کہ جس وقت سے مسلمانوں میں مختلف فرقے پیدا ہوئے اُن میں بھی فرقہ بندی، گروہ بندی پارٹی بندی کا مرض پیدا ہو گیا، اُن کا بھی ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو صرف اسلئے بُرا سمجھتا ہے کہ وہ اسکے طریقہ پر نہیں گو وہ اُن سے اچھا ہی کیوں ہو فالی اللہ المشتکی ہمارے حضرت حکیم الامۃ کو اس پارٹی بندی سے بہت نفرت ہے۔ بعض اخوان سلسلہ اپنے نام کے ساتھ امدادی۔ رشیدی۔ قاسمی۔ خلیلی۔ اشرفی لکھتے ہیں۔ حضرت کو اس سے کراہت ہے، ہمارے اکابر کے زمانہ میں یہ بات نہ تھی جس کا اثر یہ تھا کہ ہر شخص ہر بزرگ سے فیض حاصل کرتا تھا۔ ۱۲ ظ

ف قومی عصبیت اور قومیت کی [illegible]

ف: میزانِ حکمت
عاقل ہر چیز کو میزانِ حکمت سے تولتا ہے

بتلایا کیونکہ بہتر سے بہتر خوبیاں شریعت ہی میں جمع ہیں، اور جس چیز کو شریعت نے بُرا بتلایا ہے اُسکو بُرا جانتا ہے کیونکہ شریعت بُری باتوں سے پاک ہے۔

عاقل ہر چیز کو میزانِ حکمت سے تولتا ہے، اگر (اس ترازو میں) کوئی وزنی ہو اُس کو وزنی سمجھتا ہے اگر ہلکا ہو اُس کو ہلکا سمجھتا ہے، اور دونوں حالتوں میں ادب کی بلند بارگاہ پر جما رہتا ہے (یعنی) اللہ کے اُس پردہ کو چاک نہیں کرتا جو اُسکی مخلوقات پر پڑا ہوا ہے (اگر کوئی شخص میزانِ حکمت میں ہلکا بھی ہو تو اُسکو ذلیل و رسوا نہیں کرتا) حق بات کہتا ہے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا (عزیزِ من) پس تو ایسا ہی حکیم اور کریم آدمی بن جا!

ف: ذکر اللہ کے ساتھ ذکر موت کی تاکید

اور اگر کبھی تیرا شیطان تجھے بہکا دے اور تیری طبیعت کو حد سے آگے بڑھنے تکبر، سرکشی اور ہٹ (دھرمی) کرنے کی طرف لیجائے، یا تیرے دلمیں حسد کا بستر بچھا دے! جس سے تو نے کسی پر ظلم کر دیا اور کوئی کام بموقع کر دیا ہو تو شیطان مردود سے (بچنے کے لئے) اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈھ، اور اپنے رب کی یاد میں لگجا، اور اُسکی یاد کے ساتھ عـــہ موت کو بھی یاد کر، کیونکہ اللہ کے پاس پہنچنے اُسکی بارگاہ حکم کی طرف لوٹنے کا دروازہ، اُس کے سامنے کھڑا ہونے کا راستہ موت ہی ہے اور موت کو یاد کرتے ہوئے یہ بھی سوچ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے متعلق تجھ سے باز پرس فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان اللّٰه کان علیکم رقیبا (بیشک اللہ تمہارے اوپر نگران ہے) کے مضمون کی حقیقت کو نہ بھول، اور (اس کو پیش نظر رکھکر) ہر مجلس میں اپنے دل سے گشت لگا، اچھی بات (جہاں بھی ہو) لیلے بری بات کو چھوڑ دے تیرے کام نیک ہونے چاہئیں تاکہ اللہ سبحانہٗ (کی بارگاہِ بلند) تک پہنچا دیے جائیں

عـــہ یعنی اللہ کو یاد کرتے ہوئے یہ بھی سوچو کہ ایک دن اللہ کو منہ دکھانا۔ اُسکی بارگاہ بلند میں حاضر ہو کر سامنے کھڑا ہونا ہے، اس سے ذکر اللہ کامل اور اعمال و اخلاق کی اصلاح میں جلد مؤثر ہوگا، حضرت حکیم الامۃ دام مجدہ و علاہ کا طرز تعلیم بالکل یہی ہے کہ ذکر کے ساتھ فکر موت و مراقبہ حساب و کتاب کی زیادہ تاکید فرماتے ہیں دوسرے مشائخ کی طرح مراقبہ انوار و لطائف زیادہ نہیں بتلاتے کیونکہ تجربہ یہ ہے کہ دیگر مراقبات میں لطف تو بہت ہے مگر اصلاح اخلاق و اعمال کی تاثیر مراقبہ موت و مابعد الموت کی برابر نہیں فاعرف قدر هذا الحکیم مجدد الملۃ و قطب الارشاد فی زماننا متع اللہ المسلمین بطول بقائہ و عموم فیضانہ آمین

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ " اللہ (کی بارگاہ) تک پاکیزہ باتیں پہنچتی ہیں اور نیک عمل ہی اُن کو اوپر اُٹھاتا ہے۔ لوگوں کو اللہ کے دروازہ جمع کر اپنے اوپر اکٹھا نہ کر اُن کو اللہ کی طرف کھینچا، اپنی طرف نہ لا! (وعظ و نصیحت سے لوگوں کو اپنا معتقد بنانے کی نیت نہ کر بلکہ اللہ کا غلام بنانے کی نیت کر) اور اللہ ہی سیدھے راستہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔

برخوردار! ذرا ٹھہر جا! (میری ایک بات اور سن لے) یہ دنیا عبرت کی جگہ ہے اس سے عبرت حاصل کر، عبرت حاصل کر خبردار! اس کا کوئی ظاہری سامان تجھے اپنے پروردگار سے غافل نہ کرنے پائے۔"

بیکاری سے بچ پیارہ! بیکار صوفی بہت بُرا، جو (زبان سے تو) زہد کا دعوی کرتا ہے اور نگاہ مال پر (لگی ہوئی) ہے، ہاتھ سوال کیلئے پھیلا ہوا ہے، یہ بات ہمت کے خلاف ہے کہ آدمی اپنے کو لینے والا دیکھے، ہاتھ کا نیچا ہونا اُس کے کٹ جانے سے بدتر ہے (مسلمان کا ہاتھ ہمیشہ اونچا ہونا چاہیے) تجھ سے جو پیشہ بھی ہو سکے کر (بشرطیکہ شرعاً جائز ہو) جس کام کی تجھے طاقت ہو اختیار کر (مگر کسی سے سوال نہ کر) ان پیشوں اور صنعتوں میں گھٹیا سے گھٹیا پیشہ کے اندر بھی اگر تو سمجھے وہ اعلیٰ درجہ کی خوبی ہے جو ہمت والوں ہی کا حصہ ہے یعنی زید و عمر کے احسان سے بچا رہنا اور اللہ سبحانہ کے کرم کا اُمیدوار رہنا" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ یحب ان یری عبدہ تعبا فی طلب الحلال اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اپنے بندہ کو حلال (روزی) کی تلاش میں تھکا ماندہ دیکھیں، تم اپنی خانقاہوں کے ستونوں

نیک کلام و نیک عمل اللہ کی طرف اٹھتا ہے

دنیا سے عبرت حاصل کر اور اس سے غافل نہ ہو

بیکاری کی مذمت اور صنعت و حرفت کی ترغیب

ع۵ الحمد للہ ہمنے اپنے اکابر کو اسی طریق پر پایا، جو حضرت غوث رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، ہمارے اکابر ہمیشہ اپنے متعلقین کو اس کی تاکید فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بیکار کبھی نہ رہے یا صرف دین کے کام میں لگے، اگر معاش کی طرف سے بیفکری ہو ورنہ معاش کے کام میں لگے اور فرائض و واجبات شرعیہ کو ادا کرتا رہے، گناہوں سے بچے اور حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے امور معاش میں سے صنعت و حرفت و تجارت کی خاص طور پر ترغیب دیتے ہیں کیونکہ ملازمت (اور غلامی) سے یہ بہتر ہیں، حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم نے اپنی لاجواب (باقی بر صفحہ ۹۴ دیکھو)

درمیان اسی بستی میں رہ کر صنعا (یمن) کی خوبصورت (دھاری دار) چادریں فارس کا سوتی کپڑا اشبیلیہ (اندلس) کا ریشمی کپڑا غرض عرب فارس و روم کی (سب) صنعتوں کو جمع کر لو اور اپنی حلال طیب کمائی سے اپنے (غریب) بھائیوں پر صدقہ کرو ہمدردی اور ایثار سے کام لو اور جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہو اُسے کھاؤ پیو) قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبات من الرزق (اے رسول!) فرمادیجئے کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کردیا جو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے ظاہر کی ہے اور کس نے پاکیزہ و زیبوں کو حرام کردیا؟ اچھی چیزیں (اچھے کپڑے عمدہ کھانے اعلیٰ نعمتیں) سب اللہ کی (دی ہوئی) ہیں بشرطیکہ حلال طریقہ سے کمائی جائیں اور حلال طریقہ پر خرچ کی جائیں۔"

(نوٹ بقیہ صفحہ ۴۸) بہشتی زیور میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی جائز پیشہ کو ذلیل نہ سمجھنا چاہئے پھر بتلایا ہے کہ بڑے بڑے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے ہاتھ کی صنعت و حرفت سے روزی حاصل کرتے تھے ایک بار رسالہ النور میں عام لوگوں کی سہولت کیلئے اُن پیشہ ور مخلصین کے نام بھی ظاہر فرمادیے تھے جو مسلمانوں کو مفت کام سکھلانے پر آمادہ اور تیار ہیں اگر کس قدر افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ اس پر بھی بعض پیشہ ور قومیں مولانا پر یہ تہمت کہتی ہیں کہ مولانا ہمکو ذلیل سمجھتے ہیں میں اُن سے کہدینا چاہتا ہوں کہ مولانا کو تمنے پہچانا نہیں بخدا وہ اپنے سے زیادہ کسی کو بھی حقیر و کمتر نہیں سمجھتے کیا جو شخص اپنی ہستی کو مٹا چکا عبدیت میں فنا ہو چکا اور سینکڑوں کو فنا و عبدیت سے رنگ چکا ہو وہ بھی کسی کو خصوصاً کسی مسلمان کو ذلیل سمجھ سکتا ہے؟ حاشا للہ ان یقولون الا کذبا۔ یہ سراسر جھوٹ و بہتان و افترا ہے" ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت نے اپنے فتاویٰ اور ملفوظات میں مسئلہ کفارت کو بیان فرمایا ہے جس کا تعلق نکاح سے ہے اور یہ مسئلہ کوئی حضرت کی ایجاد نہیں بلکہ احادیث و فقہ میں اس کی تصریح موجود اور فقہاء اسلام نے اس کا اعتبار فرمایا اور نکاح میں کفارت کے لحاظ پر بہت زیادہ زور دیا اور تفصیل کیساتھ بیان فرمادیا ہے کہ کونسی قوم کس قوم کی کفو ہے اور کونسی قومیں باہم کفو نہیں اور اس کا منشاء یہ نہیں ہے کہ اسلام میں کوئی قوم ذلیل اور کوئی معزز ہے بلکہ اس کا منشاء صرف یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نکاح میں دوام اور پختگی کی طالب اور زوجین کی معاشرت کو خوشگوار بنانا چاہتی ہے تاکہ بعد میں طلاق و افتراق کی نوبت نہ آئے جس سے شریعت اسلام کراہت و نفرت کرتی ہے گو ضرورت کیوقت جب بدون طلاق کے چارۂ کار نہو اسکی اجازت دیدیگئی ہے مگر شریعت اسلامیہ کا اصل منشاء یہ ہے کہ نکاح کی بنیاد ایسی مستحکم ہو کہ افتراق کی نوبت ہی نہ آئے اسکے لئے ضروری ہے کہ جن چیزوں کو نباہ میں دخل ہو اُن کی پوری رعایت کیجائے اسلئے مرد کو ہدایت کیگئی ہے کہ نکاح سے پہلے کسی صورت سے عورت کو ایک بار (چھپ چھپا کر) دیکھ لے اور اسی واسطے اسکی رعایت کی گئی ہے کہ زوجین ہم کفو ہوں کیونکہ عادۃً مرد عورت میں نباہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ دونوں کا طرز معاشرت یکساں اور اخلاق و عادات اور توازن دماغی قریب قریب ہوں اور مشاہدہ و تجربہ گواہ ہے (باقی دیکھو صفحہ ۵۰)

مسئلہ کفارت کی تحقیق

ہمت والوں کے سردار (سیدنا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان اللہ یحب المؤمن المحترف، اللہ تعالیٰ پیشہ ور مسلمان کو پسند فرماتے ہیں۔

سب سے بُرا منظر جو نگاہ کے سامنے آتا ہی یہ ہے کہ کسی شخص کی وضع تو زاہدوں جیسی ہو اور حوصلہ بھیک مانگنے والوں جیسا، جو شخص لینے کے واسطے (کسی کے سامنے) جُھکے اور (بھیک مانگنے پر) راضی ہو، وہ تو کمزور عورتوں سے بھی زیادہ پست ہمت ہے، یہ باتیں میں اس لئے نہیں کہتا کہ لوگوں میں سوال کرنیوالوں کی طرف سے) نفرت پیدا کردوں، (نہیں نہیں) تمہارے ذمے تو خلق اللہ کی ہمدردی، اور فقرا پر اللہ واسطے صدقہ کرنے کے (متعلق) جو حقوق (واجب) ہیں اُنکو ادا کرو، یہ تمہارے ذمہ لازم ہے، شیطان تم کو دھوکہ نہ دینے پائے کہ فقیروں سے تمہارے دل نفرت کرنے لگیں، یا اُن کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھنے لگو، یہ تو شیطانی وسوسہ اور اس کے فریبوں میں سے ایک فریب ہوگا۔

[illegible]

[illegible]

بلکہ یہ باتیں صرف) اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ اپنے دوستوں، حق کے طالبوں کی ہمت بلند کروں، (بیکاری سے اُن کو نفرت دلاؤں (کیونکہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے فرمایا ہے ان اللہ یکرہ العبد البطال، اللہ تعالے بیکار

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۹) کہ یہ باتیں عادۃً ہم کفو جوڑے ہی میں جمع ہوتی ہیں، اگر کسی وقت عورت اپنے جذبۂ جوانی کے فوری جوش سے مغلوب ہو کر غیر کفو سے نکاح کرے تو ولولہ اور جوش ٹھنڈا پڑ جانے کے بعد اکثر باہمی نزاع واختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے یہ سمجھنا کہ مسئلہ کفارت کسی قوم کی ذلت کو مستلزم ہے، سراسر نادانی اور حقیقت سے بےخبری کی دلیل ہے، جو شخص مسئلہ کفارت کے اصلی منشار کو سمجھ گیا ہے، وہ یقیناً شریعت اسلامیہ کی انتہائے باریک بینی کی داد دیگا، مسئلہ کفارت کی حقیقت ومنشا دریافت کرنے کے لئے اس پہلو پر بھی نظر کرنا چاہئے کہ اگر عورت اور اُس کے اولیاء سب کی رضامندی سے غیر کفو کے ساتھ نکاح کر دیا جائے تو شرعاً یہ صورت جائز ہے، اور اس نکاح پر کوئی اعتراض نہیں، اگر کفارت کی شرط اس لئے ہوتی کہ بعض قومیں ذلیل، اور بعض معزز ہیں تو کیا سب کی رضامندی سے ذلت وعزت میں انقلاب پیدا ہو گیا؟ ہرگز نہیں، بلکہ بات وہ ہے جو ہم بتلا چکے کہ شرط کفارت کا منشا یہ ہے کہ زوجین کا طرز معاشرت یکساں، اور اخلاق وعادات، ورنہ تو ازن دماغی قریب قریب ہونے سے نباہ کی زیادہ اُمید ہے۔ جو عادۃً غیر کفو میں مفقود ہوتا ہے، لیکن اگر کسی وقت غیر کفو آدمی میں یہ باتیں موجود ہوں، عورت راضی ہو، اُس کا ولی بھی راضی ہو تو یہ نکاح اُسی طرح صحیح شمار ہوگا، جیسا ہم کفو زوجین کا۔ صحیح ہوتا ہے - ۱۲ ظ

بندے کو پسند نہیں فرماتے (ایک بار) میں نے اپنے ماموں، اپنے آقا شیخ منصور کو خدا اُن کی قبر پر رحمت کی بارشیں برسائے، دیکھا کہ اُنھوں نے بعض درویشوں کے ہدایا واپس فرما دیے، میں نے اس کے متعلق (کچھ) عرض کیا تو فرمایا ان میں کچھ حصہ سوال کر کے جمع کیا ہوا ہے، اگر یہ ہدیہ خالص (حلال) اور روشن طریقہ سے آتا تو میں ضرور قبول کر لیتا، مطلب یہ تھا کہ اگر سوال کی وجہ سے یہ ہدیہ بد رونق نہ ہو گیا ہوتا، اور حلال طیب (بارونق) ہوتا تو میں سنت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کر کے ضرور قبول کر لیتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (الف الف صلوٰۃ وتسلیم) نے صدقہ کو واپس فرما دیا ہے، ہدیہ کو قبول فرمایا ہے (اور) اس جماعت (صوفیہ) کا بھی، یہی طریق ہے (اور) کیوں نہو، یہ وہ حضرات

فا: [illegible]

فا: [illegible]

---

؎ بعض لوگ صوفیہ کرام کو بدنام کیا کرتے ہیں کہ یہ تو دنیا کو آگ لگا دینے بیوی بچوں کو چھوڑ دینے اور مسجد و خانقاہ میں تسبیح لیکر بیٹھ جانیکا سبق پڑھاتے ہیں، اُن کو آنکھیں کھولکر اس مقام کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ حضرت شیخ کس تاکید کیساتھ اپنے خانقاہ والوں کو صنعت و حرفت میں مشغول ہونیکی تعلیم و ترغیب دے رہے ہیں، سچے صوفی یہی لوگ ہیں اور اگر سب مسلمان اس تعلیم پر عمل کرنے لگیں تو ہندوستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کا افلاس بہت جلد دور ہو جائے جس نے اُن کی حالت ناگفتہ بہ بنا رکھی ہے، آجکل مسلمان زیادہ تر بیکار اسی واسطے ہیں کہ صنعت و حرفت میں اُن کا قدم بہت پیچھے ہو گیا ہے، عام لوگوں کی ذہنیت نے آجکل صرف ملازمت (یعنی غلامی) کو ذریعہ معاش قرار دے رکھا ہے، مگر بڑی سے بڑی حکومت میں بھی یہ طاقت نہیں کہ جتنے افراد کالجوں اور اسکولوں کو سلام کر کے نکلیں سب کے لیے نئی نئی اسامیاں پیدا کرتی جائے، ملازمتیں محدود اور بی اے ایم اے انٹرنس پاس غیر محدود نتیجہ یہ ہے کہ ایک جگہ خالی ہوتی ہے تو اُسکے لیے ہزاروں امیدوار پیدا ہو جاتے ہیں، کاش مسلمان ملازمت کے خیال کو دماغ سے نکالکر صنعت و حرفت تجارت و زراعت پر توجہ کریں تو بہت جلد پریشانیوں سے نجات مل جائے، صوفی کو بھی اگر قوت توکل پوری طرح حاصل نہو صنعت و حرفت میں لگنا چاہیئے تاکہ مخلوق کی امداد پر نظر نہ رہے، البتہ جس کو قوت توکل بدرجہ کمال حاصل ہو اُسے ترک اسباب کی اجازت ہے اور اس سے زیادہ بلند ہمت سلاطین دنیا بھی نہیں ہو سکتے اُسکی نظر صرف خالق پر ہوتی ہے اور خزائن غیب اُس کیلیے کھل جاتے ہیں ؎ گربا ہمہ چو بے منی بے ہمہ ٭ ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ ۱۲ ظ

؎ یہ حضرات صدقہ کامال قبول کرتے ہیں نہ ایسا ہدیہ قبول کرتے ہیں جس کو صدقہ کے طور پر سوال یا چندہ سے جمع کیا گیا ہو، حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے ایک مقام پر بڑے مجمع میں وعظ فرمایا اور وعظ کے بعد ایک صاحب نے بڑی مقدار میں ایک رقم ہدیۃً پیش کی حضرت کو شبہ ہوا کہ یہ رقم تنہا اُنکی نہیں ہے چنانچہ دریافت کرنے پر ان صاحب نے اقرار کیا کہ اسمیں کچھ رقم میری ہے باقی دوسرے احباب نے دی ہے، حضرت نے سب رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ جس جس نے چندہ دیا ہے سب کو اُنکی رقم واپس کر دو پھر جسکو ہدیہ دینا ہوگا خود آکر دیگا آپ کو سب کیطرف سے وکالت کی ضرورت نہیں ۱۲ ظ

ہیں جو اپنے اوپر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو خود کتنی ہی احتیاج ہو (پس صدقہ کا مال کبھی نہیں لیتے کیونکہ وہ فقراء کا حق ہے)

امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ وعطر قبرہٗ) نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے جب وہ عارف ابو حمزہ بغدادی طیب اللہ مضجعہ کی صحبت میں رہ چکے تھے فرمایا کہ میرے بیٹے! تم ان لوگوں کی مجلس میں ضرور جایا کرو کیونکہ یہ لوگ زیادتِ علم اور مراقبہ (دل کی نگہداشت) خوفِ الٰہی، زہد (دنیا سے بے رغبتی)، بلندیٔ ہمت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس امام پر رحمت فرمائے اُنہیں کس قدر انصاف تھا، اُنہوں نے ان حضرات (صوفیہ) کے وہ (سچے) اوصاف بیان فرمادیئے جن کے وہ لائق تھے۔

اور یہ وہ اوصاف ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے پسند فرماتے ہیں، چنانچہ سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ کَرِیْمٌ یُحِبُّ الْکَرَمَ وَیُحِبُّ مَعَالِیَ الْاَخْلَاقِ وَیَکْرَہُ سَفْسَافَہَا (اللہ تعالیٰ کریم ہیں (اس لئے) کرم سے اور بلند اخلاق

اوصاف صوفیہ از امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

---

۱؎ خدا اُنپر رحم کرے اور قبر کو معطر فرمائے ۱۲ ۲؎ اللہ انکی قبر کو پاکیزہ خوشبودار بنائے ۱۲-ظ

۳؎ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیہ کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان کا حاصل کرنا ہی مقاصدِ تصوف سے ہے، ہاں ان کی تحصیل کے لئے کچھ طرق ہیں، جن کو مشائخ طرق استعمال فرماتے اور طالبین کو بتلاتے ہیں، ان طرق کو مقاصد میں شمار کرنا غلطی ہے۔ اصل مقصود اصلاحِ قلب و تکمیلِ اعمال ہے اور اس کا شرعاً مامور بہ ہونا ظاہر ہے رہے طرق، سو اُن کا ثابت بالشرع ہونا ضرور نہیں دیکھو صحت جسمانی شرعاً مطلوب ہے مگر اس کی تحصیل کیلئے جن دواؤں کا استعمال کیا جائیگا اُن کا شریعت میں وارد ہونا ضروری نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ شریعت نے انکو حرام نہ کیا ہو اسی طرح اصلاحِ قلب و تکمیلِ اعمال کیلئے جو طرق صوفیہ اختیار کرتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کا شرعاً ثابت ہونا لازم نہیں بلکہ مسکوت عنہ ہونا منہی عنہ نہ ہونا کافی ہے۔ بعض علماء اس حقیقت پر غور نہیں کرتے اور طرق کو غیر ثابت بالحدیث دیکھکر یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم بلا تحقیق محض تقلید سے ان طرق کو کیونکر اختیار کرلیں۔ کوئی ان سے پوچھے کہ تم حکیم اور ڈاکٹر کا نسخہ بلا تحقیق کے کیونکر استعمال کرلیتے ہو کیا گل بنفشہ، گاؤ زبان، یا کونین کا استعمال حدیث و قرآن سے تمکو محقق ہو گیا ہے؟ ہرگز نہیں صرف اتنا کہہ سکتے ہو کہ شریعت نے ان کو حرام نہیں کیا پھر صوفیہ نے جو طرق اصلاحِ قلب کیلئے اور اعمال کی رغبت و ہمت پیدا کرنے کیلئے مقرر فرمائے ہیں ان میں اس کا انتظار کیوں ہے کہ ہر ہر بات حدیث سے صراحۃً ثابت ہو جبکہ اُن میں منہی عنہ یا حرام کی کوئی بات نہیں اور اگر یہ حضرات کسی محقق کی صحبت میں پہنچ جاتے تو اُن کو معلوم ہو جاتا کہ حضرات صوفیہ کے طرق بھی غیر ثابت نہیں بلکہ احادیث سے مؤید ہیں ۱۲ ظ۔

سے محبت اور پست اخلاق سے کراہت فرماتے ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا، اور آپ سچے ہیں، امین ہیں، ازھد فی الدنیا یحبک اللہ وازھد فیما فی ایدی الناس یحبک الناس، دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت فرمائیں گے، اور لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اُس سے بے رغبت ہو جا لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے (حضرات صوفیہ کا اسی پر عمل ہے اور زہد اُن کا پہلا قدم ہے مگر)

فائدہ حقیقت زہد

زہد اس کا نام نہیں کہ تو پہاڑ کی کھوہ میں اپنے لئے جگہ بنائے، موٹا (لباس) پہنے، سخت غذا کھایا کرے، بلکہ زہد (حقیقی) یہ ہے کہ دنیا سے اپنے ہاتھ جھاڑے، اور دل تک اس (کی محبت) کو نہ پہنچنے دے، اگرچہ (بظاہر) ساری دنیا کا مالک بن جائے۔

فائدہ علامت زہد

(یہ تو حقیقت زہد ہے) اور زہد کی علامت حق بات کہنا ہے (کہ حق بات کو کسی کی وجہ سے نہ چھپائے) کیونکہ دنیا کا کتا اپنی اس مردار (دنیا کے نقصان) سے ڈرتا ہے اس لئے حق بات کہنے سے خاموش رہتا اور اہلِ باطل کے موافق باتیں بناتا رہتا ہے اور زاہد دنیا کی کسی چیز (کے فوت ہونے) کا اندیشہ نہیں کرتا (اس لئے) وہ ہمیشہ سچی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ (ان ہی حضرات) اہلِ حق کے ذریعہ حق کی مدد فرماتے (اُسکو غلبہ عطا فرماتے) ہیں اور

فائدہ اسباب تسلط اہل باطل

جب اُمت باطل سے (یعنی بیجا بات یا بیجا کام سے) چشم پوشی کرنے لگے کہ لوگ (اپنے درمیان بیجا حرکت ہوتے ہوئے دیکھیں اور) اُس کو اُسی حالت پر چھوڑ دیں تو (سمجھ لو کہ) وہ اپنے واسطے رسوائی اور پریشانی کو خود بلا رہے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اذا رأیت

---

لے الحمد للہ ہمارے اکابر طریق کا طرز یہی ہے وہ صورتِ زہد کو اختیار نہیں کرتے بلکہ حقیقت زہد کو اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ صورتِ زہد اختیار کرنے سے شہرت ہو جاتی اور عوام کا ہجوم دنیا کے واسطے زیادہ ہونے لگتا ہے ۱۲ ظ سے کہ سچی بات کہنے سے کہیں دنیا دار بگڑ نہ جائیں، اور مجھے ہدیہ نذرانہ دینا بند نہ کر دیں ۱۲۔ ظ۔ سے ہماری جماعت کے اکابر رحمہ اللہ سب، قوال بالحق ہیں، ہمارے اکابر کی یہ صفت مشہور ہے، اور حضرت سیدی مرشدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ میں اس صفت کا ظہور بہت نمایاں اور ممتاز تھا کما قل علمہ من شاھدہ احوالہ

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ نطق نے میری بوسے میری زباں کیلئے

اللّٰھم ارفع درجاتہ وتقبل حسناتہ ومتعنا بفیوضہ وبرکاتہ واجزہ عنا خیر ما جازیت شیخا عن اصحابہ، آمین ۱۲ ظ۔

امتی تھاب الظالم ان تقول انک ظالم فقد تودع منھم جب تو میری اُمت کے لوگوں کی یہ حالت دیکھے کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرتے ہیں تو سمجھ لے کہ خدا کی طرف سے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا گیا؎۔

اور امیر المؤمنین حضرت، علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ امت کبھی پاکیزہ (حالت میں) نہ رکھی جائے گی جس میں کمزور کا حق قوی سے بلا تکلف بیبک نہ لیا جا سکے۔"

---

؎ فی القاموس تُوُدِّعَ منی مجہولاً ای سُلِمَ علیَّ ثم ذکر الحدیث وقال ای استریح منہم و خُذِلوا۔ ۱۲۔ ق مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ خود اپنی ذلت و پستی کا سبب کیا سمجھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسباب کیا بتلاتے ہیں؟ کوئی کہتا ہے کہ مسلمان انگریزی تعلیم میں پیچھے رہ گئے اس لئے پست ہیں، کوئی کہتا ہے کہ مسلمان سودی کاروبار نہیں کرتے اس لئے ذلیل ہیں، مگر حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ بتلاتی ہے کہ مسلمانوں میں برے کاموں سے چشم پوشی اور ظالموں کے ظلم پر خاموشی مظلوموں کی امداد سے بے پروائی کا پیدا ہونا۔ اُن کی ذلت و پستی کا سبب ہے" اور یہ حالت آجکل مشاہد ہے، کسی بستی اور کسی خاندان میں کوئی بُرا کام کر رہا ہو تو اُس کو روکنے والا کوئی نہیں، اگر کسی وقت پولیس کو دست اندازی کا موقعہ مل گیا تو جیل خانہ بھیجدیا گیا، اور اگر پولیس کو موقعہ نہ ملا یا رشوت دے کر اُس نے پولیس کو راضی کرلیا، تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں، اسی طرح اگر کوئی کسی کا قرض دبا لے مکان یا جائداد کا کوئی حصہ اپنے قبضہ میں کرلے تو برادری اور خاندان والے نہ ظالم کو ظلم سے روکتے ہیں نہ مظلوم کی ساتھ ہمدردی کرتے ہیں اگر غریب کو عدالتی کارروائی کی ہمت ہوئی تو بعد از خرابئے بسیار حق مل گیا ورنہ صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں کتنے آدمی ہیں جنہوں نے بہنوں کا حق دبا رکھا ہے، بیواؤں یتیموں کی زمینیں دبا رکھی ہیں اور کوئی اُن سے اتنا کہنے والا نہیں کہ بندۂ خدا عورتوں اور بچوں کا حق دبانا شرافت انسانیت تہذیب اور شریعت کیخلاف ہے، پھر اگر ذلت و ادبار کا سامنا ہو گیا اور خدا نے دوسری قوموں کو ان پر مسلط کر دیا تو تعجب کیوں ہے؟ غضب یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی بہادر کھڑا بھی ہوتا ہے تو اُس کی ساری بہادری حکومت متسلطہ کو برا بھلا کہنے میں ظاہر ہوتی ہے، خود اپنی قوم کو ظلم و ستم اور بیحیائی بد اعمالی سے روکنے میں اصلا جرأت نہیں ظاہر کیجاتی۔ یہ لوگ شاخوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں، بنیاد اور جڑ کو نہیں دیکھتے کاش مسلمان سب سے پہلے اپنی اصلاح کریں، بداعمالیوں کو ترک کریں! اور اپنے اندر جو ظلم کے جرائم ہیں اُن کو ظلم سے روکیں مظلوموں کی امداد کریں یہاں تک کہ کسی کو بھی عدالتی کارروائی کی نوبت نہ آئے تو آپ دیکھیں گے کہ شاخوں کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔ مگر اب تو مسلمانوں نے دوسری اقوام کی تقلید میں اپنی فلاح کو منحصر کر رکھا ہے، کبھی یورپ کی تقلید کرتے ہیں کبھی ہندوؤں کے رستہ پر چلتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی فلاح کا راستہ وہی اور صرف وہی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد کو سچا سمجھ کر ان اسباب کا ازالہ کرنے میں لگ جائیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سبب تنزل بتلا رہے ہیں۔ ۱۲۔ ظ۔

[illegible]

اور کیا (کمزور کا) حق لینے کی اسکے سوا اور بھی کوئی صورت ہی کہ کچھ لوگ حق بات کہنے والے حق کی مدد کرنیوالے ہوں؟ اللہ تعالیٰ کی عادت اپنے بندوں کے ساتھ یہی ہے (کہ جس قوم میں کمزور کا حق قوی سے لیا جا سکے وہ تو اچھی حالت میں رہ سکتی ہی ورنہ ذلت اور غلامی و پریشانی میں مبتلا کردی جاتی ہے)

ایک (عارف) حکیم جس کا دل نبوت کی چنگاری سے روشن ہو چکا ہی وہ کام کرتا ہے جو لشکر جرار[1] بھی نہیں کرسکتا (مگر نور صاحب قسمت ہی کو عطا ہوتا ہے) ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور اور جس کو اللہ ہی نے نور نہ دیا ہو اُس کے لئے تو کہیں سے بھی نور نہیں (آسکتا عارف) حکیم کی ایک بات بند (راستہ) کو کھولدیتی، حق کو زندہ کردیتی، عزت کی) دیواروں کو بلند کردیتی، عمارت (دین) کو مضبوط (و مستحکم) کردیتی ہے اور (کیوں نہو) بات یہی ہے کہ جہل ظلمت ہی، علم نور ہے[2] (اس لئے علم کی روشنی جو انقلاب بھی پیدا کردے کچھ بعید نہیں) اور سب کاموں کی انتہا اللہ کی طرف ہے (جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مدد سے

---

[1] کیونکہ لشکر تو صرف بیرونی دشمن کو دفع کرسکتا ہی اور عارف حکیم اندرونی دشمن کو دفع کرتا ہے یعنی وہ مسلمانوں کو خود اپنی جان و آبرو کا دشمن ہونے سے بچاتا اور روکتا ہے اگر بداعمالی نا اتفاقی اور ظلم کر مسلمان خود اپنے دشمن بنجائیں، ہلاکت و بربادی کا راستہ اختیار کرلیں تو لشکر اور فوج سے اُن کو کچھ نفع نہیں ہو سکتا" چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ ہو چکا ہی کہ جب تک مسلمان کامیابی کے راستہ پر چلتے رہی اپنی حالت کو درست بنائے رہے تو قلت تعداد اور قلت اسباب کیساتھ بھی دشمنوں پر غالب رہے اور جب خود بگڑ گئے افتراق و بداعمالی اور ظلم میں پڑ گئے تو کثرت تعداد اور کثرت اسباب سے اُن کو کچھ نفع نہوا بہت سہولت کیساتھ دشمنوں نے اُن پر تسلط حاصل کرلیا۔ ۱۲ ظ

علم صحیح کی تعریف

[2] مگر یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ علم کیا چیز ہی؟ اصلی علم وہ ہی جس سے انسان کو خود اپنی خبر ہو، اپنی ہستی کی، اپنی حقیقت، اپنی خلقت کی غرض و غایت، اور خالق کے ساتھ تعلق کا پتہ لگے اور یہ صرف علم دین سے حاصل ہوتا ہی۔ جس کو اپنی خبر نہیں، اور دنیا بھر کی خبر ہے برق و باد، جغرافیہ بلاد، انہار و بحار۔ جمادات و حیوانات، سب ہی چیزوں سے باخبر ہے، مگر اپنے سے بیخبر ہے اُس کو عالم کہنا علم کی توہین کرنا ہی، یہ علم سراسر جہل ہی، اور جو اس علم پر نازاں ہو اُسے جاہل کہنے میں کسی تامل کی ضرورت نہیں، گو اگر آج اُن کو یہ لفظ ناگوار ہے تو کل کو جب حقیقت کے چہرہ سے پردہ اُٹھے گا۔ وہ خود اس لفظ کو اپنے لئے استعمال کرینگے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرینگے۔ قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضالین ۱۲ ظ

ہوتا ہے۔

اتفاق و اطاعت سلطان کی تاکید

میرے دوستو! اپنے دلوں کو ایک دوسرے کی محبت اور اپنے (مسلمان) فرمانرواؤں کی الفت پر متفق کرلو، اپنے امراء (وخلفاء کی اطاعت) پر جمے رہو، اپنے (مسلمان) بادشاہ پر خروج نہ کرو۔ اُس سے بغاوت نہ کرو)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من کرہ من امیرہ شیأ فلیصبر فانہ من خرج من السلطان شبرا مات میتۃ جاھلیۃ ط

جو اپنے امیر (اپنے خلیفہ) کی کسی بات کو ناپسند کرے اُسکو صبر کرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص بادشاہِ (مسلم) سے بالشت بھر بھی الگ ہوگا وہ جاہلیت کی موت مریگا“

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (بیعت کیلئے) بلایا تو ہم نے آپ سے بیعت کی، حضور نے جن باتوں پر ہم سے عہد لیا منجملہ اُن کے ایک عہد یہ بھی تھا کہ ہر حالت میں (بادشاہ کے احکام) سنیں اور اطاعت کریں، خواہ ہماری خوشی (کے موافق) ہو یا ہم کو ناگواری ہو، ہم پر دشواری ہو یا آسانی ہو یا ہمارے اوپر (دوسرے کو) ترجیح دی گئی ہو، اور جو کام جس کے ہاتھ میں ہے اُس سے منازعت (کشاکشی) نہ کریں، مگر یہ کہ تم (اُس کی طرف سے) کھلم کھلا کفر کا مشاہدہ کرو جس کیلئے تمہارے پاس اللہ کی (شریعت کی) طرف سے حجت موجود ہو (تو اس صورت میں منازعت جائز بلکہ ضروری ہے)

یہ ہیں احکام تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جو سچے ہیں، امین ہیں، رب العلمین کے محبوب ہیں، ان احکام میں تمہارے لئے ہدایت، اور برکت، اور امن و امان ہے، انکو

خروج بعض بزرگان بر خلفاء اسلام

لہ بعض صحابہ و تابعین یا بزرگانِ اہل بیت نے جو بعض خلفاء پر خروج کیا ہے اُنکے فعل کو اس حدیث کی مخالفت پر محمول نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُن کے خروج کا منشاء یہ تھا کہ اُنکے نزدیک اُن خلفاء کی خلافت ہی صحیح نہ تھی اور یہ حدیث اُنکے نزدیک اُس امیر یا خلیفہ کے متعلق ہے جس کی خلافت قاعدہ شرعیہ کے موافق صحیح طور پر منعقد ہو چکی ہو خوب سمجھ لو مگر اب آئمہ مجتہدین و فقہاء متاخرین کا فتوےٰ یہ ہے کہ اگر کسی سلطان مسلم کی خلافت قاعدہ شرعیہ کے موافق صحیح بھی نہو ویسے ہی اپنی شوکت سے بادشاہ بن گیا ہو اُس سے بھی بغاوت نہ کرنا چاہیئے کہ اسمیں فتنہ و فساد اور ضعفِ قوتِ اہل اسلام کا اندیشہ ہے۔ ۱۲۔ ط

مضبوط پکڑ لو تو کبھی گمراہ نہو گے۔"

اپنے گھر والوں، اپنی بیبیوں، اپنی اولاد، اپنے غلاموں (اور خادموں) کیساتھ نرمی اور مہربانی کا معاملہ کرو، اُن پر سختی نکرو، مگر ایسے معاملات میں جن کا اثر اللہ کے دین تک پہنچتا ہو (نرمی نہ کرو) اُن کی مروت تہذیب کا عہ نظام محفوظ رکھو، کیونکہ مروت ایمان کا جزو ہے۔

معیشت (اور گذران) کے بارہ میں اپنے گھر والوں کی ساتھ میانہ روا اختیار کرو (یعنی) نہ تو اتنی تنگی دو کہ بیچین و پریشان کردے، نہ اتنی وسعت دو کہ (اُن کا دماغ) حد سے بڑھادے (بلکہ) دونوں حالتوں کے درمیان ٹہیرے رہو (کیونکہ) ہم امتہ وسطا ہیں (اللہ تعالیٰ نے ہمکو یہی خطاب دیا ہے اور امتہ وسط وہ ہے جو ہر کام میں اعتدال کو ملحوظ رکھے)۔

امور معاش میں اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو، ہاتھوں کو پوری طرح نہ کھولو ورنہ تنگی کر خود ہی بند ہو جائیں گی۔ (کیونکہ فضول خرچی کا انجام افلاس و فقر ہی ہے) عہ۔

اپنا بستر، اپنا لحاف اپنی حیثیت کے اندازے سے بناؤ، موٹا چلن (یعنی سادگی) اختیار کرو، کیونکہ نعمتیں ہمیشہ نہیں رہا کرتیں (بس فراخی کے زمانہ میں تنگی کا بھی خیال رکھو) کھانے کی حرص، کپڑے کی محبت، اور (وسیع) دسترخوان کے شوق سے کنارہ کرو، تھوڑے پر زیادہ سے قناعت کرو، اپنی اولاد اور بال بچوں کو ادب دینی سکھلاؤ، (اسلامی معاشرت و تہذیب سے آراستہ کرو) اُن میں تہذیب (اسلامی) کے لوازم کو خوب جما دو۔ اُن کی زبانوں کو اچھی باتوں کے سوا ہر قسم کی باتوں سے روک دو، اُن کی آمد و رفت اچھی مجلس کے

---

عہ یعنی اپنی اولاد و اہل و عیال اور غلاموں کو مہذب بناؤ، جس کا طریقہ یہ ہے کہ تم خود اُن کی ساتھ تہذیب کا برتاؤ کرو، اگر تم خود اُنکی ساتھ مہذب نہو گے تو وہ کسی کے ساتھ بھی مہذب نہونگے۔ ۱۲ ظ

عہ مسلمانوں کی افلاس کا بڑا سبب یہی ہے کہ وہ فضول خرچی بہت کرتے ہیں پُرانے لوگ شادی۔ غمی کی رسموں میں تباہ ہو گئے، اور نئی پود فیشن کی پابندی اور تھیٹر وغیرہ کے شوق میں برباد ہو رہے ہیں، اگر مسلمان افلاس کی مصیبت سے نکلنا چاہتے ہیں تو اُن کو ان نصیحتوں پر عمل کرنا چاہئے اللہ تعالےٰ نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے کہ جیسا اُس نے نعمت عقل کی بیقدری کی تھی، اسی طرح یہ لوگ نعمت مال کی بیقدری کرتے ہیں، عقل سے کام نہیں لیتے ۱۲ ظ

سوا ہر قسم کی مجلسوں سے بند کردو۔

حضرت امیر المومنین علی کرار رضی اللہ عنہ سے ایک شعر (صحبت نیک کی ضرورت کے متعلق) منقول ہے ؎

یقاس المرأ بالمرأ اذا ما ھو ماشاہ ... وللشئ علی الشئ مقاییس و اشباہ

آدمی جب کسی آدمی کے ساتھ چلے پھریگا تو اسی پر قیاس کیا جائیگا۔" اور ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرنیکے وجوہ و مشابہات (ضرور) ہوتی ہیں ؎

آدمی کے ساتھی ہی سے اُس کی شانِ وقار پہچانی جاتی ہے۔ پس مہذب لوگوں کیساتھ رہو جن کے دل پاک، اور اخلاق شریف ہیں، اُن کے (ظاہری) فقر و ذلت و مسکنت کو نظرِ حقارت سے نہ دیکھو، فکم للہ من سیف مغمد فی قراب رث خلق اللہ کی بہت سی تلواریں پھٹے پرانے نیاموں میں چھپی ہوئی ہیں؛

میں چار چیزوں سے خوش ہوتا ہوں جب (میرے) دوستوں پر نازل ہوں، مجھے اس سے (بہت) فرحت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ دوستوں کو ان پر صبر کی توفیق ہو (۱) فقر و فاقہ (۲) لباس سے محروم ہونا (۳) ذلت (۴) مسکنت، یہ چیزیں درویشوں کی خاص نشانیاں ہیں (ان سے گھبرانا نہیں چاہیے)

مگر ان کی کیفیت اُس وقت کیا کچھ ہوگی اگر تم کو یہ معلوم ہوجائے کہ پیٹ بھرنیکے ساتھ بھی فقر و فاقہ، کپڑے ہوتے ہوئے بھی برہنگی، عزت کیساتھ ذلت، اور وقار (و) مسکنت

آدمی کے ساتھی کی صحبت کے فوائد — درویشوں کا افتخار — بادشاہی کیساتھ فقر و فاقہ

---

ؔ آجکل عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ والدین اپنی اولاد کی تعلیم وغیرہ کا تو بندوبست کرتے ہیں مگر ان کیلئے صحبت نیک کا انتظام بالکل نہیں کرتے حالانکہ دین کی روح اسی سے حاصل ہوتی ہے ؎

نہ کتابوں کے نہ کالج کے ہے در سے پیدا ... دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے کتابیں زیادہ نہیں پڑھی تھیں، اُن میں جو کچھ اسلامی روح پیدا ہوئی صرف صحبت کی برکت سے پیدا ہوئی تھی، پس اگر مسلمان اپنی اولاد کے اندر دین کی روح پیدا کرنا چاہتے ہیں تو کچھ دنوں کیلئے کسی بزرگ کی خدمت میں اُن کو بھیجدیا کریں، اگر زیادہ مدت تک نہ رکھ سکیں تو کم از کم زمانہ تعطیل ہی میں اہل اللہ کے پاس بھیجدیا کریں، اسکے بعد دیکھیں کہ وہ کیسے مہذب اور دیندار مسلمان ہوجائیں گے۔ ۱۲-ظ

کے ساتھ بھی مسکنت ملی ہوئی ہے"۔

(اسکی صورت یہ ہے) خود بھوکا ہے، اور اُس کے مہمان پیٹ بھرے ہیں، خود ننگا ہے اور اپنے پاس آنیوالوں کو کپڑے پہناتا ہے، خود ذلیل (حالت میں) ہے اور اُس کے خدام معزز ہیں، خود مسکین ہی اور اُسکے دوست تمکنت (اور وقار) والے ہیں۔

حضرات صحابہ کا زہد

حضرت عمرؓ بن خطاب فاروق جلیل الشان اور اُن جیسے (حضرات صحابہ) رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی (کہ اُن کی برکت سے مسلمان تو ہر جگہ معزز تھے راحت و آرام میں تھے مگر وہ خود بھوکے رہتے پھٹے پُرانے کپڑے پہنتے تھے)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں تو اللہ کیلئے جھاڑو دیدی (جو کچھ تھا اللہ کی راہ میں غریبوں کو دیدیا) اور خود بھوکے رہے، وہ محراب میں تو اللہ کے (سامنے) مسکین تھے، اور میدان جنگ میں اللہ کے شیر تھے، اللہ کے حکم کے سامنے ذلیل (وپست) تھے اور ویسے (دنیا کے سامنے) زبردست شیر تھے، (اُن میں) نہایت دل کے اخلاص کے ساتھ شاہانِ فارس کی سی عزت (وعظمت) اہلِ خشوع کی مسکنت کے ساتھ شاہانِ روم جیسی تمکنت (اور ہیبت) تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز و حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہما کا زہد

اور جب دل کی ذلت (ومسکنت) عزت دینے والے پروردگار کی (عظمت و جلال کی) وجہ سے ہو، اپنی ہستی سے الگ ہوجانا، پیدا کرنے والے حق سبحانہ (کے وجود پر نظر پہنچ جانے) کی وجہ سے ہو، (اپنے پیٹ اور) جگر کو بھوکا رکھنا پیٹ بھرنے والے کریم (پر بھروسہ رکھنے) کی وجہ سے ہو، مسکنت کی حالت، قدرت والے مددگار کی (جاہ و عزت کی) وجہ سے ہو جسکی شان یہ ہی کہ جوچاہتا ہی حکم دیتاہی جو چاہتا ہے کرتا ہے تو سچ مچ یہ حالت اور یہ طرز ایسی ہی جس میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات رب العالمین کی شان کا نمونہ ہے"۔ اور اس پر جبارہ ہمارا اللہ تعالیٰ شانہ وجل شانہ کی عطاؤں میں سے بڑی عطا ہے (پس زہد کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ شاہانہ صورت کی ساتھ فقر و مسکنت ہو اور یہ اعلیٰ قسم ہے اسی لئے) بعض حضرات (صوفیہ) نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ زاہد تھے۔ کیونکہ حضرت عمرؒ کے پاس

تو دنیا آئی اور وہ اُس سے بھاگے، چھوڑ کر الگ ہو گئے (یعنی دل میں بھی جگہ نہ دی اور ظاہر میں بھی شان و شوکت کا سامان جمع نہ کیا) اور اویس رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا آئی ہی نہیں، لیکن (یہ کمال اُن کا ضرور ہے کہ) اُنہوں نے اُسکو طلب بھی نہیں کیا دنیا سے بے رغبت ہی رہے۔" اے اللہ ہم آپ سے آپ کی معرفت، اور جو کچھ آپکے پاس سے آیا ہے اس پر ایمان اور آپ پر بھروسہ اور آپ کے (دین کے) لئے (دشمنوں سے) بدلہ لینے (کی طاقت) کا سوال کرتے ہیں۔

بزرگو! اللہ تک (پہنچنے کے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی شمار کے برابر ہیں۔ (مگر) میں نے کوئی راستہ ذلت و انکسار، پستی و احتیاج کے راستہ سے زیادہ نزدیک، زیادہ روشن، بہت آسان، بہت عمدہ، اور زیادہ اُمید بخش نہیں پایا (اور) جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ اُس کو اُس کے لئے (آسان اور) مہیا کر دیتا اور اُس کو بھی اس کام کیلئے جو اُس سے لینا منظور ہے آمادہ کر دیتا ہے (پس راستہ پر چلنے سے پہلے ہی اُس کی دشواری کا فیصلہ نہ کرو ہمت کر کے چلنا شروع کرو اللہ تعالیٰ آسان فرما دیں گے) اور (یاد رکھو کہ) مقربانِ (بارگاہ الٰہی) مقام کشف (حقائق و اسرار) اور مقام مشاہدہ (روحانی) تک اپنے (ارادہ و) اختیار کو فنا کرنے، تواضع و انکسار زیادہ کرنے، اور بادشاہ جبار کی بہت اطاعت کرنے ہی سے پہنچے ہیں پس تم بھی راستہ اختیار کرو، اور اُن چیزوں سے بچو جو ہمت کو اس رستہ سے ہٹاتی

ك غرض اولیاء کے رنگ مختلف ہوتے ہیں بعضے دنیا کو ہاتھ میں لیکر زاہد ہوتے ہیں، شاہانہ صورت میں فقیر ہوتے ہیں، بعضے ہاتھ سے پھینک کر زاہد ہوتے ہیں کوئی حضرت عمر بن عبد العزیز جیسا ہے کوئی اویس قرنی جیسا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی پر اعتراض نہ کرو کیونکہ حقیقت زہد سے کوئی خالی نہیں اور بعض صوفیہ نے جو حضرت عمر بن عبد العزیز کو اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ زاہد بتلایا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اُن سے افضل بھی ہوں کیونکہ ایک وصف میں زیادہ ہو جانا فضیلت کلی کو مستلزم نہیں پس یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا افضل التابعین ہونا تو روایات سے ثابت ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز کو اُن سے زیادہ زاہد کیوں کہا گیا" کیونکہ فضیلت جزئی سے فضیلت کلی لازم نہیں آتی خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

ف حرام لقمہ کا نتیجہ

ف تصوف تہذیب اخلاق، شرافت طبع اور بلندیٔ ہمت کا نام ہے

ف اخوان سلسلہ کا تعلق

ف کھانے کے آداب

ہیں چنانچہ)

حرام لقمہ دعا کو مقبولیت سے روکتا ہے (پس سمجھ لو کہ حرام غذا کھانے والا حرام لباس پہننے والا مقبول بارگاہ نہیں ہو سکتا اس لئے طالب خدا کو حلال روزی کا بہت اہتمام کرنا چاہئے)

جوانمردی اور پوری جوانمردی یہ ہے کہ انسان اپنے دوستوں اور بھائیوں کی لغزشوں سے درگذر کرے اور اپنے کو کسی سے اچھا نہ سمجھے۔

تصوف تہذیب اخلاق، شرافتِ طبع، اور بلندیٔ ہمت کا نام ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں، طبیعت میں شرافت ہو، ہمت بلند ہو، بس وہ صوفی ہے جو ایسا نہو وہ صوفی نہیں۔

اخوانِ (سلسلہ یعنی سلسلہ کے بھائی) کی مختلف شاخیں ہیں جن کو ایک درخت یعنی مرشد اکٹھا کئے ہوئے ہے، جو اُن سے جُدا رہیگا وہ سلسلہ سے) الگ ہو جائیگا (پس سلسلہ کا بھائیوں سے تعلق قائم رکھو)

جب تم کھانے کیلئے مجتمع ہو تو باہم انصاف و ایثار سے کام لو کوئی دوسرے پر غلبہ کا قصد نہ کرے کیونکہ کھانے میں جو غالب ہے وہ (شرافت میں) مغلوب ہے، اور جو ایثار کرتا ہے اُس کی تعریف کی جاتی۔ اُس سے محبت کی جاتی، اُس کو زیادہ دیا جاتا ہے کھانا بلندیٔ ہمت کا بھی پتہ دیتا ہے اور اس کے برعکس (پستیٔ ہمت) کا بھی"

حریص آدمی بلند ہمت نہیں ہوتا۔ بلکہ لالچی بدنیت ہوتا ہے، اُس کو چاہئے کہ اپنا عیب سب لوگوں کے سامنے تو ظاہر نہ کرے" نیز اپنے دل کے میدان کو اُن تمام عیبوں سے

ع مگر افسوس ہے کہ آجکل تصوف صرف نفلوں اور تسبیحوں کا نام رہگیا ہے۔ حقیقت لوگونکی نظروں سے بالکل مستور ہو رہی ہے، اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی دام مجدہم کو کہ آپ نے اس زمانہ میں پھر اس حقیقت کو ظاہر فرمایا اور اصلاحِ اخلاق و شرافت طبع و علوی ہمت پر بہت زیادہ زور دیا چنانچہ حضرت کے مواعظ و ملفوظات و رسائل و تصنیفات اس تعلیم سے لبریز ہیں۔ کاش مسلمان اس تعلیم کی قدر کریں اور اس پر عمل کر کے دین و دنیا کی فلاح حاصل کریں ۱۲ ظ

پاک کرے جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، (کیونکہ جس شخص کے دل میں خود اصلاح کا تقاضا نہیں۔ اُس کو دوسرے کا تقاضا نفع نہیں دیسکتا (پس ہر شخص کو اپنی اصلاح کی خود فکر کرنا چاہیے)

"اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اُس کو دیکھ رہا ہے، کیونکہ اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ یقیناً تجکو دیکھ رہا ہے (اور اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ عبادت اچھی طرح کیجائی)

تصوف کیلئے چند عمدہ خصلتیں (مخصوص ہیں)، جن میں سب سے مقدم توحید خالص کا حاصل کرنا ہی، پھر ایثار، پھر ایثار کو قربان کردینا (یعنی اپنے ایثار کو ایثار نہ سمجھنا اور یہ کمال تواضع کے بعد ہوتا ہے، جب انسان اپنے کو سب سے کمتر سمجھتا ہی تو اپنے ایثار کو ایثار نہیں سمجھتا) پھر حسنِ معاشرت (یعنی لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا) پھر سماع کو سمجھنا (یعنی اُس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترقی دینا اُس کی روح کو حاصل کرنا) پھر (اپنے) اختیار کو فنا کردینا، پھر وجد کا جلد (طاری) ہونا، پھر دل کی باتوں پر مطلع ہونا، پھر زیادہ تر خاموش رہنا، مگر جب کسی بات کا

---

ع یہ بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہی بہت لوگ اسی دہوکہ میں پڑے ہیں کہ ہم فلاں بزرگ سے بیعت ہوگئے ہیں بس یہی کافی ہی شیخ کی توجہ اور برکت سے خود بخود ہماری اصلاح ہوجائیگی، حالانکہ شیخ کی توجہ اور برکت اُسی شخص کو نفع دیتی ہے جس کو خود بھی اپنی اصلاح کی فکر ہو جس کو خود فکر نہیں اُسکو کسی کی توجہ و برکت سے نفع نہیں ہوسکتا۔ حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کا ارشاد ہی کہ کامیابی کیلئے سالک کو دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک اطلاع دوسری اتباع یعنی شیخ کو اپنی ہر حالت سے مطلع کرتا رہے اور اُس کی تجویز پر عمل کرتا رہے، اور یہ وہی کریگا۔ جس کو اپنی اصلاح کی فکر ہے بعکرانہ اطلاع کرتا ہی نہ اتباع پھر کامیابی کیونکر ہو ۱۲۔ ظ

ے سماع کی تحقیق حضرت غوث معظم شیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہٗ نے البرہان المؤید میں بہت عجیب بیان فرمائی ہی اُس کا ترجمہ بھی ہوچکا ہی ناظرین اُسکو ضرور ملاحظہ فرمالیں ۱۲۔ ظ ے دل کی باتوں پر مطلع ہونے کا مطلب یہ ہی کہ دل میں جو خواطر آتے ہیں اُن میں تمیز کرسکے کہ خاطر رحمانی کونسا ہی اور خیال شیطانی کونسا؟ نیز امراض قلب سے خبردار ہو وساوس نفس سے ہوشیار ہو اور یہ ضرور نہیں ہی کہ لوگوں کے دلوں کی باتوں کی خبر ہوجایا کرے، گو صفاء قلب کے بعد ایسا بھی ہوجاتا ہی، چنانچہ احقر نے حضرت سیدی و مرشدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت سیدی مولانا محمد اشرفعلی صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں بارہا مشاہدہ کیا ہی کہ ادہر کسی کے دل میں کوئی خیال آیا اُدھر اُن حضرات کی زبان مبارک پر اُس خطرہ کا جواب آگیا، مگر یہ امر تصوف یا ولایت کے لوازم میں سے نہیں۔ ۱۲۔ ظ۔

تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو (تو اُسکے متعلق گفتگو کرنا) پھر[11] اپنے عمل پر نظر نہ کرنا۔ پھر[11] جو کچھ کماتا ہے ذخیرہ[1] بناکر رکھنے کو حرام سمجھنا؛

سچے درویش کی علامت یہ ہی کہ تمام حرکات (وسکنات) میں مباحات کو کم اختیار کرکے (فضائل و مستحبات میں مشغول رہے) اور بہت سی سُنی ہوئی باتوں سے بہرا بن جائے (گویا سُنا ہی نہیں) معدوم کو اُس وقت تک تلاش نہ کرے جبتک موجود کو خرچ نہ کر ڈالے۔

حیلہ (وتدبیر) سے یہانتک الگ ہوجائے کہ تمام احوال میں خواہ کلفت ہو یا راحت اور (تغیر ہو یا) انقلاب، اپنے خالق' اپنے بنانیوالے (اللہ جل شانہ) کے سوا کسی پر نظر نہ کرے۔ درویش جب لباس پر نظر کریگا اُس کا کام بگڑ جائیگا۔ اور جب مخلوق کو اپنے سے کم سمجھے گا' اُس کے عیوب کھل جائیں گے۔

درویش اپنے وقت کا پابند ہوتا ہی' ہر سانس کو کبریت[2] احمر سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہے' ہر ساعت کو ایسے اعمال کے ساتھ رخصت کرتا ہی جو اُسکے مناسب ہیں وقت کا کوئی حصہ بیکار نہیں کھوتا؛

درویش کو لازم ہی کہ اپنی زبان اور گفتگو کی حفاظت کرے' ناحق بات منہ سے نہ نکالے جب بولے سمجھ کر بولے' جب خاموش ہو حلم (ووقار) کیساتھ خاموش ہو' کسی بات کے جواب میں جلدی نہ کرے (سوچ سمجھ کر جوابدے) دفعۃً کسی کو خطاب نہ کرے' (بلکہ جب دوسرا کچھ پوچھے اور کچھ کہے اُس وقت کلام کرے)

جب اپنے سے زیادہ علم والے کو دیکھے تو (اُس سے) فائدہ کی باتیں سُننے کے لئے (خود) خاموش ہوجائے' خطا سے ڈرتا' غلطی اور لغزش سے بچتا رہے' جس بات کو جانتا نہو۔ اُس میں کبھی گفتگو نہ کرے' جو بات سمجھی نہو اُس میں (ہرگز بحث و) مناظرہ نکرے انسان کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کو نیک کاموں کا حکم کرے۔ اگر وہ اسکی تعمیل کرنے

---

[1] یہ حکم اُس شخص کیلئے ہے جس کو قوت توکل بدرجہ کمال حاصل ہو اور متوکل کو بھی مال کا جمع کرنا اُس وقت ممنوع ہے جبکہ اس کا منشا کوئی دینی مصلحت نہو محض ذخیرہ کرنا ہی مقصود ہو اور اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو جائز ہے اور پوری تحقیق کسی محقق سے زبانی معلوم کرلینا چاہئے۔ ۱۲۔ ظ

[2] شرح گندھک بہت قیمتی ہوتی ہی کیمیاگر اُس کی تلاش میں رہتے ہیں ۱۲۔ ظ

لگے تو اور لوگوں کو بھی حکم کرے سب سے پہلے اپنے نفس کو بُرے کاموں سے روکے اگر وہ باز آجائے تو دوسروں کو بھی روکے ورنہ ارشاد خداوندی یا ایھا الذین اٰمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون ٥ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ٥ نیز ارشاد الٰہی اتأمرون الناس بالبر و تنسون انفسکم کے تیروں کا نشانہ بن جائیگا

ف جب تمہارے دلوں کو حکمت (کی باتیں معلوم کرنے) کا شوق ہو تو اس کیلئے اپنی ہمتوں کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حکمت اور اپنے پروردگار جل وعلا کے کلام کی طرف بلند کرو، اگر تمہارے دل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکمت سے خوش ہوں اور اللہ کے کلام سے روشن ہو جائیں تو وہ ہدایت پر ہیں، اور اگر وہ حکمت نبویہ سے خوش نہوں قرآن (کریم) کے نور سے روشن نہوں تو شیطان کے ساتھی ہیں، اس صورت میں تمکو توبہ کرنا، اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنا اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرکے (گناہوں سے) باز آجانا چاہیے (تاکہ دل کے پردے کھل جائیں اور اصلی حکمت اور صحیح علم کی پہچان حاصل ہو) کیونکہ بعض علوم (وہ ہیں جن) کا ثمرہ جہل ہے، اور بعض جہل (ایسا ہی جس) کا ثمرہ علم ہے

[illegible]

بعض علوم جہل اور بعض جہل علم ہیں

ـہ اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں، اللہ کو یہ بہت ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کہو جس کو کرتے نہیں ہو ۱۲ ظ ـہ کیا تم اور لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپکو چھوڑے دیتے ہو ۱۲ ظ ـہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عالم بے عمل دوسروں کو وعظ و نصیحت نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عالم کو سب سے پہلے اپنے علم پر عمل کرنا چاہیے، عالم کا بے عمل ہونا بہت نازیبا ہے ۱۲ ظ ـہ یہ وہی بات ہے جس کو احقر نے اوپر ایک مقام پر عرض کیا ہے کہ اصلی علم وہ ہے جس سے انسان کو اپنی خبر ہو اور جس علم سے اپنی خبر نہو دنیا بھر کی خبر حاصل ہو وہ علم نہیں بلکہ سراسر جہل ہے، اس شخص سے زیادہ احمق کون ہوگا جو دنیا بھر کی خبر رکھتا ہے مگر خود اپنی حالت اور اپنی ابتداء و انجام سے بے خبر ہے، یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس سے کسی کو بھی مجال انکار نہیں۔ کوئی عاقل اس صورت کو ہرگز پسند نہیں کر سکتا کہ انسان برق و باد و باران و سحاب، گردش زمین و آفتاب جغرافیہ بلاد، و عادات اقوام کا تو عالم ہو جائے اور خود اپنی ہستی، اپنی خلقت اپنی حیات کے مقصد سے جاہل و غافل رہے، جس کو خود اپنی خبر نہیں اُس سے بڑھکر کوئی بے خبر نہیں۔ اُس کو عالم کہنا علم کی توہین کرنا ہے، اب تم خود سوچ لو کہ علم کیا چیز ہے اور جس کو آجکل علم کہا جاتا ہے وہ جہل ہے یا نہیں

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ـہ | بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد | | کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیداری نشد | |
| | سالہا خون جگر در نافہ آہو جا گرفت | | مشک شد اما چہ شد خال رخ یاری نشد | |
| | خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے | | حاصل خواجہ بجز پندار نیست | ۱۲ ظ |

(اور اس کا معیار یہ ہے کہ) جو علم دعویٰ رفعت (اور شانِ تکبر) پیدا کرے اُس کا نتیجہ سراسر جہل ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کہ تم کو علم سے کچھ بھی نہیں دیا گیا بجز قلیل حصّہ کے، پس علم صحیح وہ ہے جس سے انسان کو اپنے عجز اور قلتِ ظرف کا ادراک ہو اور اس کا نتیجہ عبدیت و تواضع کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

ممکن ہے کہ تو نحو دانی میں اپنے بھائی سے بڑھا ہوا ہو اور وہ اسکے استعمال میں تجھ سے زیادہ ماہر ہو، تجھکو فقہ (کے مسائل) کا علم زیادہ ہو، اور وہ اُس پر عمل کرنے میں تجھ سے آگے ہو، فلسفہ دانی میں تجھ کو زیادہ کمال، اور حکمت (ودانائی) کے راستہ کو وہ تجھ سے زیادہ جانتا ہو، علم لغت میں تو بڑھا ہوا ہو، اور وہ اسکی وضع کو تجھ سے زیادہ جانتا ہو، مناظرہ میں تیرا قدم آگے ہو، اور وہ اسکی حقیقت کو تجھ سے زیادہ جانتا ہو، تفسیر دانی میں تو بڑھا ہوا ہو، اور ذوق تفسیر (اور لذت قرآنی) میں وہ تجھ سے آگے ہو، حدیث دانی میں تو زیادہ ہو اور اسکی تصدیق میں وہ تجھ سے بڑھا ہوا ہو، علم فصاحت میں تیرا قدم آگے ہو اور اسکی کیفیت (واثر) کو وہ تجھ سے زیادہ جانتا ہو، شعر دانی میں تو بڑھ گیا ہو اور اُس کے جذبۂ خالص کو وہ تجھ سے زیادہ سمجھتا ہو غرض علم صرف الفاظ کا نام نہیں بلکہ حقائق کا نام ہے اگر تم کسی علم کی ابحاث و مسائل میں زیادہ ماہر ہو تو یہ مت سمجھو کہ اسکی حقیقت کو بھی سب سے زیادہ جانتے ہو، ممکن ہو کہ حقیقت شناسی میں دوسرا تم سے بڑھا ہوا ہو)

گروہ انسانی کے ذاتی (اور فطری) علوم (جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن میں ودیعت رکھے گئے ہیں) ختم نہیں ہو سکتے، ہاں کتابوں میں) جو علوم و فنون مدون ہوئے ہیں وہ بیشک متناہی ہیں، اب اگر تو علوم مدونہ کا مقابلہ علوم نوعیہ سے کرے تو معلوم ہوگا کہ اگر (بالفرض)

---

ف حضرت قاسم العلوم مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ عالم تھے؟ فرمایا کہ حاجی صاحب عالم گر تھے، پھر فرمایا کہ ہمکو تو مقدمات کا علم پہلے ہوتا ہے پھر مقاصد کا اور حاجی صاحب کو مقاصد کا علم پہلے ہوتا ہے مقدمات کا بعد میں، حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم نے اسکی شرح میں فرمایا کہ علماء کے علوم اور حاجی صاحب کے علوم کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کو تو مٹھائیوں کے نام خوب یاد ہوں مگر کھائی ایک بھی نہ ہو اور ایک شخص نے ہر قسم کی مٹھائیاں کھائی ہوں مگر نام یاد نہ ہوں، پہلی مثال علماء ظاہر کی ہے کہ حقائق کے نام تو خوب یاد ہیں مگر مشاہدہ خاک نہیں ہوا، اور دوسری مثال اہل اللہ کاملین کے علوم کی ہے کہ حقائق کا مشاہدہ خوب کئے ہوئے ہیں مگر انکے اصطلاحی نام معلوم نہیں ۱۲ منہ

تو ہر علم مدون کی انتہا پر بھی پہنچ جائے تو ان بیشمار علوم نوعیہ کا احاطہ تو ہرگز نہیں کر سکتا۔ (جو تمام افرادِ انسان کو الگ الگ قدرت نے دیئے ہیں) اس نوع انسان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے علم الانسان ما لم یعلم کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں بتلائی ہیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

اور حدیث میں سید البشر (سرور عالم سیدنا رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ کہ بعض فقہ کے یاد کرنے والے اُن لوگوں کو فقہ پہنچاتے ہیں جو اُن سے[ع] زیادہ سمجھدار ہیں (پس) جب تو تحقیق کے ذریعے

ع اور یہ وہ علم نہیں جو لکھنے پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کا ذکر تو علم بالقلم میں پہلے ہو چکا ہے بلکہ یہ وہ خداداد علم ہے جو ہر شخص کو اُسکی استعداد اور جوہر قابلیت کیمطابق قدرت نے عطا کیا ہے یہی وہ علم ہے جس کی وجہ سے بعض دفعہ شاگرد اُستاد سے بڑھ جاتا ہے اگر علم صرف الفاظ کے لکھنے پڑھنے کا نام ہوتا تو شاگرد اُستاد سے ہرگز نہ بڑھ سکتا کیونکہ الفاظ تو اُس نے خود اُستاد ہی سے حاصل کئے ہیں ۱۲ ظ۔

ع چنانچہ بہت لوگ حافظ قرآن اور حافظ حدیث ہیں۔ مگر خود اُن کے معانی و مطالب سے باخبر نہیں۔ اور اُن کے شاگرد معانی و مقاصد کو سمجھتے ہیں، حضرت اعمش نے جو بڑے محدث ہیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ سے جو حدیث میں اُن کے شاگرد تھے، فرمایا کہ تمہارے استاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کا بہت اتباع کرتے ہیں پھر اس کی کیا وجہ کہ باندی کی بیع کو طلاق نہیں قرار دیتے حالانکہ عبد اللہ بن مسعود کا مذہب یہی ہے (کہ آقا اگر باندی کو بیع کر دے اور بیع سے پہلے وہ کسی کے نکاح میں ہو تو بیع سے نکاح ٹوٹ جائے گا) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے جواب دیا کہ آپ ہی نے تو مجھ سے حدیث بیان کی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کیا اور اس وقت وہ مغیث کے نکاح میں تھیں پھر بریرہ کو آزاد کر دیا تو اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اختیار دیا کہ مغیث کے نکاح میں رہے یا اُس نکاح کو فسخ کر دے۔ اگر باندی کا بیع کرنا ہی طلاق ہوتا تو آزادی سے پہلے ہی نکاح فسخ ہو چکا ہوتا آزادی کے بعد اختیار دینے کی کیا ضرورت ہوتی؟ حضرت اعمش رحمہ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ اے ابو یوسف! کیا یہ مسئلہ اس حدیث میں ہے؟ فرمایا ہاں، تو حضرت اعمش نے بیساختہ فرمایا یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ اے جماعت فقہاء تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں، بخدا میں تیس برس سے اس حدیث کو جانتا ہوں مگر آج تک پتہ نہ چلا کہ اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے اس ایک مثال سے آپ نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ علم لفظی اور ہے اور علم وہبی اور، علم لفظی تو کتابوں میں مدون اور محدود ہے، اور وہبی غیر محدود ہے اور ہر شخص کا علم وہبی دوسروں سے جُدا ہے جس کو اس حقیقت کا پتہ لگ گیا وہ اپنے علم سے ناز اور تکبر میں مبتلا نہ ہو گا۔ ۱۲ ظ

تو وسیع الخیال بن (تنگ خیال نہ بن) اور جب باریک باتیں بیان کرے تو پہلے تحقیق کرلے
اپنے پروردگار کی طرف چلنے میں چکی کا گدھا اور تیلی کا بیل) نہ بن! کہ وہ جہاں
سے چلتا ہے آخر میں وہیں پہنچ جاتا ہے (بلکہ) وجود کی تمام گھاٹیوں کو اپنے علم، اپنی
فہم، اپنی عقل، اپنی فکر، اپنے استدلال سے طے کر! (مخلوقات سے خالق کا مصنوعات
سے صانع حکیم کی قدرت وحکمت کا پتہ لگا اور اُس سے علاقہ پیدا کر)

بہت لوگ طبیعت (حیوانیہ) سے مغلوب ہو کر اعتبار کے راستہ سے بھٹک گئے
(وہ دنیا کی چیزوں سے صرف مزا لینا جانتے ہیں عبرت نہیں حاصل کرتے اس لئے
خواہش (نفس) کی ظلمتوں، اور گمراہی کے موٹے پردوں میں الجھ کر رہ گئے اور اپنی جہالت
سے صحیح نظر والوں کو بیوقوف بنانے لگے (حالانکہ) بیوقوف وہ خود ہیں مگر اُنکو (اپنی
حماقت کا) پتہ نہیں (کہ دنیائے فانی سے دل لگا کر باقی کو ہاتھ سے کھو بیٹھے)

عزیز من! تو اس (لازوال دولت) کی طرف جلدی کر جس کے بغیر چارہ کار نہیں۔
ہمت بلند کر کے وہ فضیلت حاصل کر جس سے قومی مجالس میں تیرا نام اور پروردگار عالم کے
بارگاہ بلند میں تیری تعریف ہو، دونوں جہان میں تیری سیرت محمود اور دنیا و آخرت میں
تیری خصلتیں قابل تعریف سمجھی جائیں۔"

مرد (اور پورا مرد) وہ ہے جس کے آثار بعد میں بھی چمکتے رہیں! (عزیز من!) تو بھی اس
بات کی کوشش کر کہ تیرے پیچھے تیرا کوئی نشان باقی رہے اور کوشش کر کہ اچھا اور عمدہ
نشان باقی رہے (جس کی صورت یہ ہے کہ ہمیشہ حق کا اتباع کر کسی کے اعتراض کی پرواہ نہ کر کیونکہ
حق) کا اقرار لوگوں کی پسلیوں کے نیچے دبا ہوا ہے، حاسدوں کے دل
اُس کا یقین رکھتے، اور منکروں کے ضمیر اُس کا اعتراف کرتے ہیں۔ تجھے (خوش ہونیکے
لئے) اتنا بس ہے کہ تیرے حق (پر ہونے) کا تیرے حاسدوں کے دل کو یقین ہے اگرچہ
اُن کی زبانیں اُس کے اظہار سے گونگی ہیں" منکروں کے ضمیر تیری حقانیت کے

---

؎ یہ مت سمجھ کہ دوسرا تجھ سے زیادہ نہیں سمجھ سکتا، کیونکہ عقل و فہم کے مراتب غیر محدود ہیں وفوق کل ذی علم
علیم ہے، لہٰذا مطلب محققین کے سامنے اپنے علوم کو پیش کر اگر وہ قبول کریں تو خوش ہونا چاہئے ورنہ جاہلوں کی
واہ واہ سے کچھ نفع نہیں ؎ بنائے بصاحب نظرے گوہر خود را + عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند - ۱۲ منہ

معترف ہیں اگرچہ ہٹ دھرمی نے اُنکے منہ بند کر رکھے ہیں' یہ حق کی (خاص) بزرگی (اور خوبی) ہے جس پر صاحب حق کو فخر کرنا' اور اہلِ حق کو خوش ہونا چاہیے۔

حضرت شیخ کا زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونا اور علم اشرف کی تحقیق کرنا

میں نے (ایک بار) عید الفطر کی رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (خواب یا واقعہ میں) دیکھا' آپکے نور نے تمام جہانوں کو (روشنی سے) بھر دیا تھا' میں نے کہا الصلوۃ والسلام علیك یا روح العوالم' اے تمام جہانوں کی روح! آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل ہو' حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر بھی سلام ہو' میں نے عرض کیا اے میرے حبیب مجھے تمام علوم سے اشرف (اور بہتر علم) بتلا دیجئے' فرمایا (سب سے بہتر اور بزرگ تر علم) حق پر جار ہنا ہے (اسی کا دوسرا نام تقویٰ ہے) اتقوا الله و یعلمکم الله' تم اللہ سے تقویٰ کے ساتھ معاملہ کرو اور اللہ تعالیٰ تمکو (خود) تعلیم دیں گے۔ تمہارے لئے یہی بس ہے"

اے اللہ! درود وسلام اور برکتیں نازل فرمائیے اپنے بندے' اپنے نبی' اپنے رسول پر جو اہلِ حق کے سردار' حق (کی طاقت) سے حق کی مدد کرنیوالے ہیں یعنی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو آپ کے سب بندوں سے زیادہ معزز' اور تمام مخلوق سے اشرف ہیں' اور آپ کی آل واصحاب پر بھی سب پر' اے اللہ! آپ کے وسیلہ سے ہمکو حق کی ہدایت کیجئے اور آپکی برکت سے ہمکو خاصانِ اہلِ حق میں (داخل) کیجئے۔

ربنا آتنا من لدنك رحمة وهيئ لنا من امرنا رشدا ۝ اے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے (خاص) رحمت عنایت کیجئے' اور ہمارے لئے ہر کام میں درستی کا سامان مہیا فرما دیجئے"

اہل حق کو اشاعت حق کی تاکید

اے حق کے دائرے میں رہنے والو! بارگاہِ حق میں پہنچنے والو! تم جہاں بھی ہو حق (بات) کہو' اور باطل کو جہاں پاؤ' اپنے حق سے مٹا دو! آدمیوں کی آنکھیں حق کی سلائی سے کھول دو! تاکہ تمہاری بدولت وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں' ومن احسن قولا ممن دعا الی الله (وعمل صالحا) اور اُس سے اچھی کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بُلائے (اور اچھے کام کرے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یهدی الله بك رجلا واحدا خیر لك من حمر النعم الله

تیرے ذریعہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کردے یہ تیرے واسطے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (جو عرب کا قیمتی مال ہے مطلب یہ کہ دنیا بھر کی دولتوں سے افضل ہے)

اے فقیہ اپنی سمجھ کا غلام نہ بن! اگر علم تیری عقل پر غالب ہو جاتے پھر تو تکبر اور جوش میں اگر (احکام الٰہیہ میں) تحریف کرنے لگے (بلکہ) تو اپنے کو (اپنے علم کو) اپنی سمجھ کو اپنی تمام معلومات کو حق کا تابع بنا! (ہر حالت میں) منصف مزاج رہ (انصاف کو ہاتھ سے نہ دے) تاکہ لوگوں کو بھی نفع پہنچائے اور اپنے کو بھی (اور انصاف کے راستہ پر جمے رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ) اپنے دل کو اپنے پروردگار کی یاد سے پاکیزہ بنا! اللہ تعالیٰ کے خوف سے دلکو بھر تاکہ درست ہو جائے (اور سیدھے راستہ سے نہ ہٹے) کیونکہ دل جب درست ہوتا ہے تو اسرار و انوار الٰہیہ اور فرشتوں کی منزل بنجاتا اور جب بگڑتا ہے تو ظلمتوں اور شیطانوں کی قیامگاہ ہو جاتا ہے دل جب درست ہوتا ہے تو تجھکو آگے اور پیچھے (ابتدا و انجام) کی خبر دینے لگتا اور ایسی باتیں بتلاتا ہے جنکو دل کے بتلائے بغیر تو نہیں جان سکتا، اور جب بگڑتا ہے تو ایسی بیہودہ (اور لغو) باتیں سکھلاتا ہے جن کے سامنے عقل غائب ہو جاتی اور سعادت برباد ہو جاتی ہے پس خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جسکے دلکو اللہ تعالیٰ نے درست کردیا۔ (اور اصلاح قلب کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانیکے درپے نہ ہو بلکہ ہر شخص کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کر) تمام مخلوق کو اپنی منفعت میں شریک کر (جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی سب کے لئے پسند کر) کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہی (بندہ) ہے جو مخلوق کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے نفع رسانی کا مادہ بنجا! (سر سے پیر تک نفع ہی نفع ہو جا) کیونکہ جو دنیا میں کسی کے کام نہیں آیا وہ آخرت میں بھی

فقیہ اپنی سمجھ کا غلام نہ ہو بلکہ حق کا تابع بن

اتباع حق کیلئے اصلاح قلب شرط ہے

نفع رسانی کی تاکید اور اس کا طریقہ

---

ف اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کتاب مبارک کے ترجمہ کیوقت اللہ تعالیٰ نے ناچیز مترجم سے یہ خدمت لیلی بندہ کو انہی ایام میں معلوم ہوا کہ ایک مسلمان عورت ایک ہندو کے قبضہ میں ہے اور اس عورت کے پاس پہلے خاوند کا ایک لڑکا بھی تھا جسکی عمر دس گیارہ سال سے زیادہ نہیں اس بچہ ہی کے ذریعہ سے یہ واقعہ میرے ایک دوست کو معلوم ہوا انہوں نے مجھ سے ذکر کیا میں نے کہا یہ تو مسلمانوں کیلئے بڑا حادثہ جانکاہ ہے کوشش کرنا چاہئے کہ یہ عورت اس سے علیحدہ ہو جائے، چنانچہ کوشش کیگئی اور دس دن کے اندر وہ ہندو میرے پاس آکر مشرف باسلام ہو گیا پھر اسکا نکاح باقاعدہ اس مسلمہ سے کردیا گیا۔ ناظرین دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو اسلام پر ثابت قدم رکھیں اور اس بچہ کو جسکے ذریعہ سے یہ مرحلہ طے ہوا ہے ہونہار فرزند اسلام بنائیں آمین اور اس ناچیز مترجم کو ہمیشہ خدمت اسلام کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائیں اور قیامت کے دن سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو بنائیں آمین اللھم یا ولی الاسلام واھلہ ثبتنی بہ حتی القاک وارزقنی الجنۃ ورضاک واعذنی من سخطک والنار آمین یا رب العٰلمین ۱۲ ظ ف امراض قلب کی جڑ تکبر اور حسد ہے تو جو شخص سب کا بھلا چاہیگا وہ تکبر اور حسد سے پاک ہو جائیگا۔ کیونکہ متکبر اپنے آپکو دوسروں سے بڑا بنانا چاہتا ہے جب وہ دوسروں کیلئے بھی وہی چاہیگا جو اپنے لئے چاہتا ہے تو تکبر باقی نہیں رہ سکتا اور حسد کا باقی نہ رہنا تو ظاہر ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

نفس کی تین قسمیں ہیں

کسی کے کام نہ آئیگا (اور کام کا آدمی بننے کا طریقہ یہ ہے کہ) بزرگوں کے اشارات (اُن کے مواعظ و ملفوظات) سے یقین کو صحیح (اور ایمان کو کامل) کر (اور علم و عمل) کے ذریعے سے اپنے نفس کو پاکیزہ بنا (کیونکہ (ہر نفس پاک نہیں ہوتا بلکہ) نفس کی تین قسمیں ہیں، ایک نفس امارہ بالسوء ہے جو ہمیشہ بُری باتوں ہی کا حکم کرتا رہتا ہے یہ تو جاہلوں بدکاروں کا نفس ہے، دوسرا نفس لوامہ ہے (جو کبھی بُری باتوں کی رغبت دلاتا ہے کبھی نیک کاموں کی) یہ اُس مومن کا نفس ہے جسکو نیک کام سے خوشی اور بُرے کام سے رنج ہوتا ہے، تیسرا نفس مطمئنہ ہے (جو اللہ کی اطاعت و محبت پر جما ہوا ہے) یہ اہل یقین اور عارفین کا نفس ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف (متوجہ ہو کر) یکسو ہو گئے ہیں، کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ کی سچی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُس کو سب سے الگ کر کے پوری طرح اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔"

عارفین کی مجلسیں غم اور ماتم کی مجلسیں ہیں

غفلت والوں سے کہدے کہ ہماری مجلسیں تو غم اور ماتم کی مجلسیں ہیں کیونکہ درویش ہمیشہ اُن فضائل پر افسوس کرتا رہتا ہے، جو اُس سے فوت ہو گئے، وہ اللہ تعالیٰ سے اُمید بھی رکھتا ہے اور ڈرتا بھی رہتا ہے، اگر (غیب سے) کوئی ایسی بات سُنتا ہے جس سے قطع تعلق (اور جُدائی) کا خطرہ ظاہر ہوتا ہو تو کانپ جاتا ہے اگر ایسی بات سُنتا ہے جس سے وصال (اور خاص تعلق) کی طرف اشارہ ہوتا ہو اُمید کرنے لگتا ہے، اگر اس کو بلایا جاتا ہے آگے بڑھتا ہے۔ اگر واپس لوٹنے کی بات سُنتا ہے رونے لگتا اور ڈرنے لگتا ہے۔ اُسکی دانائی حکمت کی باریک باتیں معلوم کرنے کیلئے ان مجالس ہی اُسکو پہنچا دیتی ہے یہاں تک کہ وہ (خود) اہل حکمت میں سے ہو جاتا ہے، (کیونکہ حکما امت کی صحبت انسان کو حکیم بنا دیتی ہے اور) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ جسکو چاہتے ہیں حکمت عطا

---

ے اب دنیا کے افکار اُسکے پاس نہیں پھٹکتے اُس کو صرف ایک ہی غم ہوتا ہے ایک کی فکر ہوتی ہے۔

تا بدانی ہر کرا ایزد بخواند ۔۔۔ از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یاد دلبر میں ۔۔۔ ہمارا کام ہے محو جمال یار ہو جانا

عارف تو حق سے کبھی غافل نہیں ہوتا اُسکا ہر کام حق کیلئے ہوتا ہے اُسی کو راضی کرنے میں لگا رہتا ہے ۱۲ ظ

عسہ سالک پر مختلف تجلیات ہوتی ہیں کبھی جمالی کبھی جلالی اسلئے وہ ہر تجلی کا حق ادا کرتا ہے۔ تجلی جمالی سے اُنس و رجا، اُمید اور شوق کا رنگ اختیار کرتا ہے، تجلی جلالی سے خوف و خشیت اور ہیبت و بکا رکا اثر لیتا ہے اور یہ عین کمال ایمان ہے کیونکہ ایمان خوف و اُمید ہی کے درمیان ہے (باقی دیکھو صفحہ ۷۱ پر)

فرماتے ہیں، اور جس کو حکمت دیدی گئی اُس کو بڑی خیر مل گئی (پس اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت سمجھو کہ سب سے بڑی خیر اُن کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے")

(دوستو!) تم اپنا فیض سب کو ساری مخلوق میں پھیلا دو کیونکہ مؤمن تو جہاں بھی ہو (سر سے پیر تک) سارا کا سارا برکت، رحمت، اور نفع ہی (نفع) ہوتا ہے"۔

دنیا اور دین کی مصلحتوں میں ایک دوسرے کی مدد کرو (ملکر کام کرو کیونکہ) اللہ کا ہاتھ جماعت کیساتھ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وتعاونوا علی البر والتقوی، باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں خبردار! مخلوق پر ظلم کرنے اور نفس کی خواہشوں (کا اتباع کرنے) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنا! (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، ہر امت (اور ہر قوم) کی عزت (اور کامیابی) اسی پر موقوف ہے کہ دنیا اور دین کی مصلحت میں

(نوٹ بقیہ صفحہ ۷۰) مگر بعض ناواقفوں نے حضرت شیخ المشائخ شاہ ابو المعالی چشتی قدس اللہ سرہ کے زمانہ میں حضرات چشتیہ کی اس حالت پر اعتراض کرتے ہوئے یہ طعن کیا کہ یہ لوگ محروم معلوم ہوتے ہیں جو ہمیشہ رونے دھونے جلنے مرنے ہی میں رہتے ہیں، واصل ہوتے تو سکون و اطمینان سے رہتے، حضرت شاہ ابو المعالی قدس سرہ نے اسکے جواب میں ایک کتاب ہفت گریہ تصنیف فرمائی جس میں رونے کی سات قسمیں بتلائیں اور فرمایا کہ ایک رونا گرم بازاری عشق کا ہوتا ہے وہ محرومی کی دلیل نہیں بلکہ کمال عشق کی دلیل ہے پھر حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار تحریر فرمائے ؎

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت<br>گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست | | واندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت<br>گفت مارا جلوۂ معشوق دریں کار داشت | |

حضرت غوث معظم سیدنا الشیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے کلام سے شاہ ابو المعالی کے کلام کی پوری تائید ہو رہی ہے کہ وہ صاف فرماتے ہیں کہ غافلوں سے کہدو کہ ہماری مجالس تو غم و ماتم ہی کی مجلسیں ہیں اور درویش کی شان ہی یہ ہے کہ کبھی اُمید سے خوش ہو کبھی خوف سے روتا رہے، اور اگر کوئی حضرات صحابہ و تابعین کے حالات کا مطالعہ کرے تو اُس کو معلوم ہو گا کہ وہ حضرات روتے تھے تو کیا معاذ اللہ اُن کو بھی ناقص کہا جائے گا ۱۲ ظ ؎ یہاں سے معلوم ہوا کہ مشائخ سلسلہ کو اپنے فیوض سلسلہ کی اشاعت کا اہتمام کرنا چاہیے اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو گھیر گھار کر بیعت کیا کریں کیونکہ اشاعت فیض بیعت پر موقوف نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سلسلہ کا فیض نہ پہنچا ہو وہاں پر کسی آدمی کو مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح کیلئے بھیجتے رہیں جس کا کام صرف یہ ہو کہ لوگوں کو نیک کاموں کی ترغیب دے برے کاموں سے روکے اللہ کی طرف متوجہ کرے اتباع سنت کی رغبت دلائے پھر اگر کوئی مخلص خلوص کیساتھ سلسلہ میں داخل ہونا چاہے تو اُس کو سلسلہ میں داخل کر لیا جائے ورنہ بیعت کو مدار فیض قرار دینا

م جائے خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

اشاعت سلسلہ …

اتفاق کی …

ایک دوسرے کا معاون (و مددگار) ہو۔

نوعِ انسانی کے متعلق قانونِ فطرت کا متواتر تجربہ بتلا رہا ہے کہ افتراق کرنے والے (ہمیشہ) تباہ ہوئے ہیں (اور افتراق کا منشاء اور سبب اکثر یہ ہوتا ہے کہ نا اہلوں کے سپرد بڑے بڑے کام کر دیے جاتے ہیں اور جو لوگ اہل ہیں اُن کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے پس) تم اس اُمت کی شریف جماعتوں کا حق پہچانو! (اُن کے درجہ کا لحاظ رکھو) خواہ زمانہ نے اُن کو پست کر دیا ہو یا بلند، کمزور کر دیا ہو، یا قوی، (کیونکہ شریف خاندان والوں کا عام لوگوں کے دلوں پر خاص اثر ہے، جو پہنچتے ہی اُن میں (ایک زبردست) حرکت پیدا کر دیتا ہے (بشرطیکہ شرفا اپنے معیار شرافت کو محفوظ رکھیں پس) تم اپنے قصرِ شرافت کے کنگروں کو خست طبع (کمینہ پن، پستی حوصلہ) اور بدحالی (و بداعمالی) کے ہاتھوں منہدم نہ کرو، اس بزرگی (و شرافت) کا جو پہلا بانی تھا اُس نے تمہارے ذمہ کچھ حقوق عائد کیے ہیں، جن میں سب سے زیادہ قیمتی (اور مہتم بالشان) حق یہ ہے کہ اُس کی (قائم کردہ) بزرگی کو اُس کے بعد محفوظ رکھا جائے" تمہارے حوصلے اس بات سے پیچھے نہ رہنے چاہئیں کہ ہر شخص آگے بڑھ کر بزرگی (و شرافت) کا دوسرا درجہ قائم کرے۔ جو پہلے درجہ سے بھی بڑھا ہوا ہو۔

(دیکھو!) تمام بزرگوں کے سردار سب سے بزرگ ہستی، اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ معظم، ہمارے آقا اور پروردگار عالم کے دربار میں ہمارے وسیلہ،

فطرت کا تجربہ بتلاتا ہے کہ افتراق والے تباہ ہوتے ہیں

شریفوں کا احترام کرو

اسبابِ شرافت کو زائل نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے ... شرافت کا درجہ بڑھاؤ

---

ل؎ اگر حقیقت کے اعتبار سے پہلے درجہ پر اضافہ نہ ہو سکے تو کم از کم صورت اور کیفیت ہی میں اضافہ کیا جائے، چنانچہ سادات اہل بیت و حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اشاعتِ اسلام کا بہت اہتمام فرمایا، ایک جماعت نے اسلامی حکومت اور فتوحات کے میدان کو وسعت دی، ایک جماعت نے تبلیغ کر کے مسلمانوں کی شمار بڑھانے میں ہمت صرف کر دی اور میرے نزدیک جہاں مسلمانوں کو حکومتِ اسلام قائم کرنے کی طاقت نہ ہو وہاں تبلیغ کے ذریعہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانا سب سے زیادہ ضروری ہے مگر افسوس کہ ہمارے لیڈروں کو اس طرف اصلا توجہ نہیں کاش وہ اب بھی سمجھیں کہ مسلمانوں کی فلاح کا سیدھا راستہ وہی ہے جو حضرات سلف صالحین نے اختیار کیا تھا نہ وہ جو آجکل سیاسین یورپ یا کانگریس کی تقلید میں اختیار کیا گیا ہے

ہدایت کے رسول سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کیلئے شرف الٰہی اور دینی و دنیوی بزرگی کا ایک (عظیم الشان) محل تیار فرمایا ہے (جس سے خدا کے یہاں بھی عزت ملتی ہے اور دنیا و آخرت میں بھی) آپنے ظاہر و باطن کی شرافتوں کو جمع کردیا، آخرت اور دنیا کی (تمام) عزتوں کو (باہم) ملا دیا ہے، پس سوچو کہ تم اس مضبوط دین اور روشن کتاب کی عزت محفوظ رکھنے میں آپکی خلافت کا حق کس طرح (اور کتنا) ادا کررہے ہو؟

(دوستو!) اس ربانی اور محمدی شرف کا بول بالا کرنے کیلئے اپنی جانیں اور مال قربان کردو، اُسکی (اصلی) حد پر جمے رہو اور سعادت کے اس (بلند) مرتبہ سے تنزل اختیار نکرو، کیونکہ اس سے اُتر کر پستی میں جانا (رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی) مخالفت کرنا ہی اور (مخالفت رسول کے بارہ میں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ جو لوگ آپکے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو ڈرتا رہنا چاہئے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہو جائیں یا اُن پر دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

جب تم کسی کو اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حمایت کرتا ہوا دیکھو! اُسکی مدد کرو اُس کا بول بالا کرو (اُس کی حوصلہ افزائی کرو) کیونکہ اسمیں تمہارا دینی اور دنیوی نفع اس قدر ہی کہ نہ کسی کے بیان میں آسکتا ہی نہ کسی کی زبان سے ادا ہوسکے" وہ شخص کیسا پست ہمت ہی؟ جو (مسلمانوں کی) دینی حالت درست کرنے والے (نبی امین صلے اللہ علیہ وسلم) کی حمایت کرنیوالے کی مخالفت کرتا ہی اُسپر تف ہی (افسوس) اسکو ذرا بھی عقل نہیں۔ اس دین کی حجت تو ہر آدمی پر قائم اور سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت ہر شخص پر فرض ہے کیونکہ انسان اگر ذرا عقل سے کام لے تو اُسکو معلوم ہوگا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی وہ (بابرکت) ہستی ہے جس نے عدل (و انصاف) کے مینار بلند کئے (ظلم کو مٹا کر) راستہ صاف کیا، اور (سب پر) حجت قائم کی، آپ ہی نے قلوب میں اطمینان (و سکون) پیدا کیا، اور اپنی سراپا کرم شریعت کے ذریعہ لوگوں کے ہاتھوں کو ایک دوسرے (پر ظلم کرنے) سے روکدیا، آپ ہی نے امن و امان و ایمان

کی بنیاد مضبوط کی، آپ نے اللہ کا بول بالا کرنے کو اللہ ہی کیلئے (کفار و مفسدین سے) جہاد کیا، تاکہ اللہ کے ملک میں خدائی عدل (و انصاف) کی روح پھونک دیں اور مخلوق (کے دلوں) میں امان الٰہی کے حکم کو پیوستہ کر دیں (جس کے بعد کسی کو دوسرے پر ظلم کرنے کی جرأت نہو) آپ ہی نے اپنی شریعت کے ذریعہ سے حاکم و محکوم، قوی و ضعیف مالدار و محتاج، چھوٹے اور بڑے، شریف اور رذیل کو (حقوق انسانیت میں) برابر کر دیا اور (بتلادیا) کہ آپ کے نزدیک (اللہ کی مخلوق ہونے) کی وجہ سے سب برابر ہیں آپ ہی نے سرکشی (اور تکبر کی) بنیادوں کو گرایا، جور کی جڑوں کو اکھاڑا اور ظلم کے ستونوں کو پاش پاش کر کے راحت، اور برکت کا فرش بچھا دیا (ہر شخص کے) حق کو محفوظ کیا، اہل حق کی حمایت کی، اور سب لوگوں کو ایک میدان میں کھڑا کر دیا، (ہر شخص کو) امن و امان کے باغ سے پھل کھانے کا حق دیکر، سرکشوں، اور قابو یافتہ ظالموں کے آئے دن کے فسادات و حوادث سے نجات دی۔

آپ ہی نے اللہ کا پتہ دیا، اللہ کی طرف رہنمائی کی، اخلاق کو مہذب کیا، اللہ کو یاد دلایا، اللہ کی رسی سے دلوں کو باندھ دیا، اللہ کی محبت میں اُن کو جکڑ دیا، (کسی کو) قتل کیا (اور کسی پر) احسان کیا (کسی کو) الگ کیا اور (کسی کو) ملایا، آپکے سب کام اللہ کیلئے، اللہ کے دین کو عزت دینے کیلئے، مخلوق الٰہی کو اُن عیوب کی پستی سے نکالنے کیلئے تھے جو اللہ سے جدا کرنے والے ہیں، پس آپ مخلوق الٰہی کیلئے تمام بلاد میں اللہ کے امین ہیں، یہانتک کہ سب کے سب جمع ہو کر اللہ کے پاس پہنچ جائیں اور اُس دن اللہ ہی کی حکومت ہوگی"۔

اللہ کو جس کی بھلائی منظور ہے اُسے اس دین کے سمجھنے کی توفیق اور اس پرامن راستہ کا پتہ دیتا ہے، تو وہ ہٹ دھرمی اور عناد کو چھوڑ کر ہدایت اور راستی کی رسی کو مضبوط پکڑ لیتا، اور کلمۃ الحق (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے دروازہ سے بارگاہ امن الٰہی میں پہنچکر اللہ پر، اللہ کی کتاب پر اور اُن تمام چیزوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی ہیں ایمان لے آتا ہے"۔

الٰہیات اسلامیہ

(عزیز من! سوچ تو سہی کہ) حضرات انبیاء علیہم السلام کی کس شریعت نے آپکی شریعت کی مثال پیش کی، حالانکہ وہ آپکے بھائی ہیں۔ رسولوں کی کونسی طریقت نے آپکی طریقت کی نظیر پیش کی، اور وہ تو سب آپکے تابع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات) انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو تمام لوگوں سے ممتاز فرمایا ہے کہ ان کو نبوت و رسالت سے معزز و سرفراز فرمایا) اور (سیدنا) محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو تمام انبیاء (و رسل) میں ممتاز فرمایا کہ نبوت و رسالت کی ساتھ ساتھ آپ کو حکمت و بلاغت، بلندی ہمت، اور مضبوط استقلال سے قوت دی (گو بظاہر) آپکے یہ کہا گیا فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل کہ آپ بھی ایسا ہی صبر کیجیے جیسا بڑے بڑے رسولوں نے صبر کیا (مگر) ازل سے (اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آپکی ذاتی قابلیت کا جوہر تمام انبیاء کے صبر (و استقلال) سے بازی لیجائیگا۔

پس عارف وہ ہے جو عاقل (بھی) ہو، اور عاقل وہ ہے جو حکیم (بھی) ہو، اور حکیم وہ ہے

ف سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر و استقلال دیکھنا ہو تو آپکی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیے بالخصوص نبوت ملنے کے بعد سے مکہ معظمہ میں ۱۳ سال آپنے جس طرح گذارے ہیں اور تمام قوم کی مخالفت و عداوت و ایذارسانی کے باوجود جس استقلال سے آپنے تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی پھر یہ بھی دیکھو کہ اس تیرہ سال میں آپکے استقلال و ثبات نے حضرات صحابہ کو کیسا ثابت قدم۔ اور مستقل مزاج بنا دیا تھا کہ اسلام کی خاطر انہوں نے سخت سے سخت مصائب کا تحمل کیا اور ایک قدم پیچھے نہ ہٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کمالات میں غور کرکے آپ کی پاکیزہ تعلیم کو دیکھ کر ہر شخص بجائے خود یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ حضور کا وجود باوجود تمام مخلوق کیلیے مجسم رحمۃ اور پیام امن و امان ہے اور آپکی حمایت و نصرت کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ ۱۲ ظ

ف اس جگہ ناظرین کو معرفت عقل اور حکمت کا فرق معلوم کرلینا ضروری ہے تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ معرفت کو عقل پر اور عقل کو حکمت پر کیوں موقوف کیا گیا؟ پس جاننا چاہیے کہ معرفت صوفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ کو خاص لگاؤ اور تعلق ہو جانیکے بعد غیب کے علوم و اسرار اسکے دل پر وارد ہوں ایسے شخص کو عارف کہا جاتا ہے۔ اور عارف کیلیے عاقل ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ علوم و اسرار غیبیہ جو دل پر وارد ہوتے ہیں وہ اجمالی حالت میں وارد ہوتے ہیں اُن کی تفصیل سمجھنے کیلیے بڑی عقل کی ضرورت ہے اور عقل انسانی کے اندر ایک ایسی قوت ہے جو اشارات کی تفصیل کرتی اور معلوم سے مجہول حاضر سے غائب کی طرف رہنمائی کرتی ہے، پس اگر کوئی جاہل کم عقل مجاہدات و ریاضات سے مقام معرفت تک پہنچ گیا (باقی بر صفحہ)

جو مسلمان (بھی) ہو کیونکہ عارف اگر عاقل نہ ہو تو محض خبطی ہوگا، اور عاقل اگر حکیم نہ ہوا تو خلط مبحث میں مبتلا ہوگا اور حکیم اگر مسلمان نہ ہو تو (سراسر) وہمی ہوگا، (کیونکہ) اسلام ہی حکمت کی روح ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ کے نزدیک دین تو بس اسلام ہی ہے جس کو اسلام کی حقانیت و صداقت معلوم نہیں ہوئی وہ یقیناً دل کا اندھا اور روح حکمت سے کورا ہے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵) تو یقیناً علوم غیبیہ کے سمجھنے میں غلطی کریگا۔ پھر عاقل کیلئے حکیم ہونا بھی ضروری ہے اور حکمت کے معنی یہ ہیں کہ عقل میں ایسا نور پیدا ہو جائے کہ ظاہر سے آگے بڑھ کر حقیقت تک نظر پہنچ جائے صحیح و غلط کا امتیاز ہو جائے بعض لوگ عاقل ہوتے ہیں مگر اُن کی عقل حقیقت تک نہیں پہنچتی صرف ظاہر تک محدود ہوتی ہے سو معرفت کیلئے یہ عقل کافی نہیں بلکہ حقیقت شناسی کی ضرورت ہے پھر حکیم کیلئے مسلمان ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اسلام (یعنی قرآن و حدیث) نے حقائق کو جیسا صحیح بیان کیا ہے ایسا کسی کتاب نے بیان نہیں کیا، بالخصوص ذات و صفات الٰہیہ اور عالم ملکوت و آخرت کا بیان اسلام کی برابر کوئی مذہب آج نہیں کر سکتا پس نور حکمت اور حقیقت شناسی بدون اسلام کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتی، جو شخص بدون اسلام کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہیگا وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے پہچاننے میں گڑبڑ کریگا، چنانچہ فلاسفۂ یونان کی حماقتیں اس باب میں علمائے اسلام نے ظاہر کر کے دنیا کو دکھلا دیا ہے کہ بدون اسلام کے حکمت و معرفت الٰہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کے ظاہری حواس سے نہیں ہو سکتی، بلکہ باطنی حواس سے ہوتی ہے اور باطنی حواس دو قسم کے ہیں ایک مادی دوسرے غیر مادی۔ حواس باطنیہ مادیہ بھی معرفت الٰہی کیلئے کافی نہیں بلکہ حواس باطنیہ غیر مادیہ سے یہ راستہ طے ہوتا ہے اور وہ صرف مجاہدات و ریاضات سے روشن نہیں ہوتے مجاہدات و ریاضات سے صرف حواس باطنیہ مادیہ کو جلا ہوتا ہے اور وہ معرفت کیلئے کافی نہیں، حواس باطنیہ غیر مادیہ کا انجلا موقوف ہے سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور آپکی اتباع پر جو شخص حضور کو رہبر نہیں بناتا نہ آپکا اتباع کرتا ہے وہ حکمت و حقیقت شناسی کے نور سے بالکل بے بہرہ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رہنما بنانا بدون اسلام کے میسر نہیں اسلئے حکیم کو مسلمان ہونا لازم ہے ورنہ وہ حکیم نہ ہوگا بلکہ سراسر وہمی ہوگا، یہاں سے اُن نادانوں کی حماقت ظاہر ہو گئی جو حصول معرفت کیلئے اسلام کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بلکہ بعضے ہندوؤں کو بھی عارف مانتے ہیں، ان لوگوں نے معرفت کا نام سُن لیا ہے، اور صرف فاقہ کشی اور ریاضات و مجاہدات کا نام معرفت رکھ لیا ہے، حالانکہ فاقہ کشی اور ریاضات تو بعضے بھیک مانگنے والے بھی کرتے رہتے ہیں۔ جن کو کھانا کپڑا میسر نہیں تو کیا یہ سب کے سب عارف ہیں۔ یاد رکھو کہ معرفت نام ہے اللہ تعالے سے خاص تعلق اور لگاؤ کا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بدون علم ذات و صفات کے نہیں ہو سکتا اور یہ علم بدون اسلام کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔

فوائد اسلام

اسلام قطعی دلائل، صاف (اور سیدھے سادے) احکام لیکر آیا ہے اُس نے اپنی حقانیت سے عقول کو حق پر جما دیا، اور عقل کو برباد کرنے والی بے حقیقت باتوں اور بے حقیقت کاموں پر جمے رہنے سے روکدیا ہے، مگر (اس بات کے سمجھنے کیلئے پہلے) تو عقل کامل تو حاصل کر، اُس سے اسلام کا مطالعہ کر، غور و فکر سے کام لے، پھر فہم اور بصیرت کیساتھ اسلام میں تدبر (و تامل) کر، تو تجھکو نظر آئیگا کہ اسلام سے تیرے دل میں ایک نور عزم (و ارادہ) میں خاص قوت، باطن میں برکت، دل میں (سکون و) اطمینان، ہمت میں استحکام، طبیعت میں شائستگی، اور ہر کام میں (عفت و) عصمت، تیری زبان میں فصاحت (و بلاغت) صفات (و اخلاق) میں شرافت، اطوار (و عادات) میں عزت، سلوک (معرفت) میں (بلندی و) بزرگی، خودداری میں ترقی، معیشت میں پختگی، ہمت میں مضبوطی، آخرت میں نجات و امان اور دنیا میں بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے (جو اسلام سے پہلے ہرگز حاصل نہ تھا کیونکہ دنیا کا بڑا فائدہ دل کی راحت اور چین ہے اور یہ اسلام سے اور صرف اسلام ہی سے حاصل ہوتی ہے) اگر اسلام کا پورا مطالعہ کرنیکے بعد بھی تیری عقل ان روشن حقائق کا ادراک نہ کرے تو اپنی عقل ہی کو الزام دے کہ اُس نے (ابھی تک) اسلام کو پوری طرح نہیں سمجھا نہ اُس کی حکمت کو جانا نہ اُس کی حقیقت تک پہنچی۔

اسلام کے احکام نہایت سہل اور آسان ہیں

اسلام سے میرے پروردگار کی حجت (تمام عالم پر) تمام ہو چکی ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے اس دین میں ذرا بھی تنگی نہیں رکھی (اُس کا سمجھنا اور اُس پر چلنا) سب کیلئے آسان ہے بشرطیکہ طبیعت میں انصاف اور حق کی تلاش ہو، اسلام سے قابل طبیعتوں (اور انصاف والے لوں) نے اپنا حصہ لیلیا ہے، اب وہ ایسے دائرہ میں ہیں جو حکمت سے (سرمو) تجاوز نہیں کرتا، نہ راہِ صواب سے ہٹ سکتا ہے"۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اُسکی وسعت (و طاقت) سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا، اسلئے اسلام کے عقائد و اعمال و احکامِ عبادات و معاملات میں اصلا کوئی دشواری نہیں صرف ہمت و ارادہ کی ضرورت ہے، اسلام کے چشمے بہت صاف (و شفاف) اور اُس کا پانی

ف ہر مسلمانوں کو اس مقام سے سبق لینا چاہیے کہ حقیقی اسلام وہ ہے جس سے مسلمانوں میں یہ صفات اور کمالات پیدا ہوں اگر کسی مسلمان میں یہ باتیں نہیں ہیں اُسکو اپنی اصلاح اور تکمیل کیلئے کوشش کرنا چاہیے اللھم اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی م

[illegible]

نہایت خوشگوار ہی اسلام ظاہری شوکت اور سامان کیوجہ سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتا، اُسکے قانون میں امیر وغریب سب مساوی ہیں فضیلت کا مدار صرف تقویٰ اور نیک اعمال پر ہی مگر، جاہل شخص کی عجیب حالت ہی کہ (بڑا بننے کیلئے) متکبرانہ (رئیسانہ) لباس پہنتا ہی پھر کسی کو تاجرانہ لباس میں دیکھتا ہے تو اُسکی نظر سے گر جاتا ہی" اسی طرح تاجر کسی کو فوجی لباس میں دیکھتا ہی تو اُسکی نظر سے گر جاتا ہی، اور وہ کسی کو فقیروں کے لباس میں دیکھتا ہے تو اُسکی نظر سے گر جاتا ہی اسی طرح سبکو سمجھ لو (کہ جاہل آدمی ہمیشہ لباس و وضع ہی سے لوگونکی لیاقت کا اندازہ لگایا کرتا ہے)

لباس سے لیاقت کا اندازہ مت لگاؤ

اے لباس کی رسّی سے اپنی عقل کو باندھنے والے! (کسی کا لباس معمولی دیکھ کر اُسے حقیر نہ سمجھ) تو حکمت کی بات جہاں سے بھی ملے لیلے! یہ مت دیکھ کہ کہاں سے نکل رہی ہی، تو حکمت کو لیلے اور جس جگہ سے بھی وہ نکلے نکلنے دے، کیونکہ مقصود تو حکمت (اور کام کی بات) ہے اُسی سے مطلب ہے (لباس سے کیا غرض) تو ڈول کو رسّی کا تابع نہ بنا! اگر ڈول عمدہ وشیریں پانی سے لبریز ہے تو رسّی کے شکستہ اور خستہ ہونیسے کیا ضرر ہی ہر چیز کو اُسکی حد پر رکھ! اپنی نظر کا تنقیہ کر تاکہ (لباس کے پردہ کو چاک کرکے) حکمت کو دیکھ لے اور منبع ومخرج سے ہٹ جائے" اپنے نفع اور نقصان سے باخبر بن! (کسیوقت) اپنی طرف بھی نظر کر دنیا بھر کی خبر لیا

اپنی بھی خبر لے دوسروں ہی کی فکر نہ کر

ع ایک بار حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کو مع چند علماء دارالعلوم دیوبند شملہ میں ایک کرنل صاحب نے وعظ و تبلیغ کیلئے مدعو فرمایا جب ہمارے حضرات صرف کرتہ پاجامہ پہنے ہوئے بدون کوٹ پتلون اور عبا و قبا و جبہ وغیرہ کے منبر وعظ پر پہنچے تو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اس لباس کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے یہ کہا کہ یہ لوگ کیا تقریر کرینگے جنکا لباس ذلیل لوگوں جیسا ہی، کرنل صاحب نے فرمایا کہ پہلے آپ تقریر سن لیں پھر اس اعتراض کا جواب دونگا، چنانچہ حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کا بیان ہوا تو اہل جلسہ کی حالت ہی بدل گئی اور وہ نوجوان بھی بہت زیادہ متاثر ہوئے جو لباس پر اعتراض کر رہے تھے، بیان ختم ہونیکے بعد کرنل صاحب نے فرمایا کہ اب کہئے آپ کیا اعتراض کرتے تھے؟ نوجوانوں نے شرمندہ ہو کر کہا کہ اب تو ہمکو اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا ہی کہ ابتک ہمنے لباس ہی کو معیار لیاقت سمجھ رکھا تھا، مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ صاحب کمال ہمیشہ سادہ لباس میں رہا کرتا ہی بدن اور لباس کی زینت و آرایش وہی کرتا ہی جو کمال سے عاری ہی، صفائی اور نظافت تو ضروری چیز ہے، مسلمانوں کو میانہ رہنا چاہیے لیکن تکلفات سے بالخصوص لباس کفار سے بہت بچنا چاہئے، کیونکہ اپنے لباس اور اپنی وضع کو چھوڑ کر دوسروں کی وضع اختیار کرنا اپنی غلامی کا اقرار کرنا ہی ۱۲ ناصح لباس کو لباس کی جگہ رکھو، قابلیت اور جوہر عقل کو اُسکی جگہ رکھو، لباس کو قابلیت کا درجہ نہ دے، صورت کو معنی کی برابر نہ کر، کیونکہ بہت سے بدصورت قابل ہوتے ہیں اور خوبصورت نا قابل، جب خوبصورتی و بدصورتی پر لیاقت کا مدار نہیں تو لباس پر کیونکر مدار ہو سکتا ہی؟ ۱۲ ظ

معلوم کرلیں سب چیزوں کو دیکھ لیا، ذرا اپنی بھی خبر لے، اپنے انجام کو بھی دیکھ) اللہ تعالیٰ کی مخلوقات
میں غور کر (اُن سے عبرت لے خدا تعالیٰ کے انعامات اور اپنی ناشکری نافرمانی پر نظر کر اپنی
(کو دیکھو) اُسکے ہر گھونٹ میں عجائبات کی ایک دنیا ہے ہوا کے ہر سانس (اور ہر جھونکے)
میں عجائب وغرائب کا ایک جہان ہے۔ باری تعالیٰ شانہ نے اپنی زبردست تربیت اور
بے پناہ عظمت کے اسرار اور طاقتور (مضبوط) سلطنت کے عجائبات ہر ہر چیز میں پھیلا
دیے اور تجھ سے فرمایا ہے کہ اے انسان! عبرت لے (میری قدرت وحکمت) اور رحمت ونعمت
اور شوکت وسطوت کا اندازہ کر اور سمجھ لے کہ تو میری سلطنت کے احاطہ سے باہر نہیں
ہو سکتا۔ پھر حیرت ہے کہ مجھ سے علاقہ نہیں جوڑتا) چنانچہ ارشاد ہے فاعتبروا یا اولی
الابصار "اے نگاہوں والو عبرت حاصل کرو"۔ اب اگر تو نے (مخلوقات میں) غور وفکر
کر کے سچ مچ عبرت حاصل کرلی اور (اُس مخفی حقیقت اور آنکھوں سے چھپے ہوئے جہان
کا پتہ لگا لیا جس کا نشان ہر چیز کے تغیر وانقلاب سے مل رہا ہے اور ہستی صانع کے ادراک تک
پہنچ گیا، اور غفلت سے الگ ہو کر ہوشیاری کے ساتھ (اللہ کی طرف) چلنا شروع کردیا اور اپنی
حالت کو سنبھالے رکھا (راستے سے نہ ہٹا اور جمعیت قلب کو ہاتھ سے نہ دیا) تو واقعی تو
بڑی کامیابی کو پہنچ گیا"۔ اور پرہیزگاروں کا اللہ ہی مددگار ہے (اسلئے تقویٰ کو اپنا شعار بنا)
اللہ ہی نے اس کتاب (قرآن) کو نازل کیا اور وہی نیک بندوں کی نگہبانی کرتا ہے (پس
اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ جتنا جمع کرسکتا ہے کرلے) یہ خاص دستور العمل ہے اہل خصوصیت کیلئے
(جس پر اُن کو سب سے زیادہ کاربند ہونا چاہیے) اللہ تعالیٰ جسکو چاہیگا اُسکے ذریعہ سے
ہدایت دیدیگا (پس مبارک ہے وہ جسکو مشیت الٰہی اس پر چلنے کی توفیق دیدے اللھم اجعلنا
منھم) اور اللہ تعالیٰ درود (وسلام) نازل فرمائے ہمارے آقا ہمارے رسول ہمارے
محبوب سردار بنی آدم فخر دو عالم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپکی آل واصحاب پر سب
پر اور اللہ ہی کیلئے حمد وشکر ہے پہلے بھی پیچھے بھی ظاہر میں بھی باطن میں بھی (دل سے
بھی زبان سے بھی) اُسی کیلئے حکومت (وبادشاہت) ہے اور تم سب اُسی کے پاس لوٹ
جاؤگے

## خاتمہ از مترجم عفا اللہ عنہ

الحمد للہ کہ اس کتاب مبارک کا ترجمہ یکم ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو شروع ہو کر بروز جمعہ بیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مذکور مسودہ کی صورت میں پورا ہوا، اور شب دو شنبہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ مذکور میں مبیضہ کی شکل سے اتمام کو پہنچا، اللہ تعالیٰ اس بندۂ گنہگار شرمسار خطاکار کی یہ ناچیز خدمت قبول فرما کر مجھے اور میری اولاد و اہل و عیال اور سب مسلمان بھائیوں کو اس سے منتفع فرمائیں، آمین آمین ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

تمت والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ وکرمہ ونوالہ تتم الصالحات و الصلوٰۃ والسلام علی سید الکائنات افضل الموجودات سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ واہل بیتہ وذریتہ وازواجہ الطیبات الطاہرات

## تقریظ

### از اعلیحضرت سیدی سندی مولائی و معتمدی حکیم الامۃ مجدد الملۃ راس العلماء الکاملین نبراس العرفاء الواصلین اشرف الاولیاء العالمین مولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد اشرف علی صاحب دام مجدہ وعلاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ مظہر ہے کہ میں رسالہ مرام الخواص ترجمہ رسالہ النظام الخاص کے (جو اس وجہ سے کہ اصل ایک نور ہے اور ترجمہ دوسرا نور مصداق نورٌ علیٰ نور کا ہے) مطالعہ سے اس قدر محظوظ ہوا کہ وہ حظ مصداق سرور علیٰ سرور کا ہے۔ شوق تھا کہ کل دیکھوں مگر اشغال کی کثرت اور فوت وقت کی قلت سے صرف ایک ربع یعنی اتباع سنت کے مضمون تک کا مطالعہ کر سکا مگر جرفاً حرفاً جیسا بہت سے احکام شرعیہ میں ربع بجائے کُل کے قرار دیا گیا ہے ایسے ہی یہ مطالعہ بھی گویا کُل ہی رسالہ کا ہے، مترجم سلمہ کیلئے دل سے دعا بلکہ دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمیشہ اُن کو مفتاح خیر و مغلاق شر فرماوے والسلام ۲۷ ج ۱ ۱۳۵۲ھ

# ہدیہ بارگاہِ عالی

یہ خاکسار اپنی اس ناچیز خدمت کو بارگاہِ عالی اعلیحضرت سیدی سندی، مولائی ومعتمدی حکیم الامۃ مجدد الملۃ، راس العلماء الکاملین نبراس العارفین الواصلین، اشرف الاولیاء العاملین، قدوۃ المحققین فخر الفقہاء والمحدثین والمفسرین مولانا الحافظ الحاج مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام مجدہ وعلاہ میں ہدیۃً پیش کرتا اور حضرت اقدس کے مبارک نام نامی سے معنون کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند     آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کمترین غلامان

ظفر احمد عثمانی تھانوی عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ